نمبر (٣٨-٣٩) دارالامان قادیان مورخہ ١٠ و ١٧ نومبر سنہ ١٩٠٤ء جلد (٨)

حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سیالکوٹ میں

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کہ الحکم کی گذشتہ اشاعت سے معلوم ہو چکا ہے ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور ۳ نومبر ۱۹۰۴ء کو واپس دیر دارالامان میں بخیر پہنچ گئے۔

ہمارے ناظرین حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس سفر کے حالات سننے کے بہت مشتاق ہیں ہمیں افسوس ہے کہ ہم اب تک وہ حالات جو ہم خود لکھنا چاہتے تھے شائع نہیں کر سکے اور وہ بزرگ اور دوست جو الحکم کے ایڈیٹر کے لکھے ہوئے حالات کو پڑھنے کے مشتاق تھے اب تک بھی کسی نہ کسی رنگ میں انکے لکھنے کے لئے یاددہانیاں کرتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ ان کی خاص محبت اور بحر افروزی نہیں ہو سکتی لیکن یہ انکا حسن ظن ہے کہ وہ اسکی قلم کے

نتائج اور ترتیب خیالات کو پسند کرتے ہیں۔ بہر حال ہم انہیں اس سفر کے حالات کا دنیا ہی منتظر چھوڑ کر اور اس مضمون کو کسی دوسرے موقع کے واسطے (جب اللہ تعالیٰ توفیق دے) ملتوی کر کے سفر سیالکوٹ کے حالات سنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں تک خدا تعالیٰ کا فضل اور اسکی توفیق ہماری مدد کرے گی ہم کوشش کریں گے کہ اس مضمون میں نری لفاظی اور تنگ آمیزی سے کام نہ لیا جاوے بلکہ ان باتوں کو چھوڑ کر اظہار حقائق کی سعی کی جاوے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے لئے سادہ سے سادہ اور سلیس سے سلیس طرز بیان اختیار کیا جاوے۔ کیونکہ حقائق بیان کے واسطے جیسی یہ سیدھے سادہ الفاظ ہی کیوں نہ استعمال کئے جاویں ان کے اندر جو روشنی اور قوت جذب ہوتی ہے وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتی اسکا اثر دیر پا اور عمدہ نتائج کا موجب بنتا ہے برخلاف اس کے الفاظ کی ایچ پیچ بعض اوقات نفس مضمون کا خون ہو جاتا ہے اور بلند نظری اور خودکش طبیعت پیدا نہیں کرتی ہم سمجھتے ہیں کہ اس اثر و کرکی نوٹ کے لکھنے میں ہم نفس مضمون سے دور جا رہے ہیں یا نفس مضمون کی طرف دور چلے گئے ہیں اسلئے اب اس کو یہیں ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر بھروسہ کرتے ہوئے اصل مضمون کو شروع کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

سفر اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اعلیٰ حضرت مجدد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت و خصلت کی اقتضا کچھ ایسی واقعہ ہوئی تھی کہ آپ کنج تنہائی کو ہمیشہ پسند فرماتے رہے ہیں جیسا کہ آپ نے بار ہا فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر باہر نہ نکالتا تو میں اسی گوشہ تنہائی کو بسا غنیمت سمجھتا تھا اور میری ساری راحت اور خوشی اسی میں تھی لیکن جب اصلاح خلق کا بار عظیم آپ کے دوش مبارک پر رکھا گیا تو آخر آپ کو مخلوق کی طرف نزول کرنا پڑا۔

تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی کم سفر کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ دنیا کے مشہور پیروں یا فقیروں کا قاعدہ ہے کہ سالانہ یا ششماہی ٹیکس وصول کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں حضور کے مقاصد سے یہ امر بہت ہی دور واقع ہوا ہے۔ بلکہ جہاں تک ہمارا علم ہے اسوقت تک حضرت مجدد علی الارض مسیح موعود نے ان سفروں کے ماسوا جو دعویٰ مسیحیت کے اوائل میں امرتسر۔ لودیانہ دہلی۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ پٹیالہ وغیرہ کے کئے تھے۔ دس بارہ سال کے اندر آپ قادیان سے باہر نہیں نکلے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ چونکہ آپکی ہر ادا ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی خفی و جلی وحی کے ماتحت ہے جب تک اذن الٰہی کسی سفر کے لئے نہیں ہوا آپ دارالامان سے باہر نہیں گئے۔ ہم جب ان ذرائع تبلیغ پر نظر کرتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں تو بے اختیار درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور اس عظیم الشان بزرگ کی عظمت اور فضیلت کو دیکھ لیں

مسیح موعود کی جزئی فضیلت

چھاپہ خانوں کی ایجاد۔ ڈاکخانوں کا اجرا۔ علم فوٹوگرافی۔ فوٹو گرافی کی ترویج۔ تار برقی۔ اور اخبارات کی کثرت غرض اسقدر ذریعے آگئے ہوئے ہیں کہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور ایک مقام پر بیٹھا ہوا ایک شخص کل دنیا کو ایک وقت میں تبلیغ کر سکتا ہے۔ جہاں تک انبیاء سابقین کے حالات قرآن کریم اور صحیح تاریخ سے ملتے ہیں ہم بلا مبالغہ اور بلا خوف لومۃ لائم کہنے کو آمادہ ہیں۔ کہ جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسقدر سامان اور ذرائع بہم پہنچائے ہیں

اور طبیعت بھی ناساز رہی تھی - اور سلسلہ مباحثہ میں بوجہ عدیم الفرصتی رہی تھی - تاہم یہ بیرت انگیز بات تھی کہ ۲ - نومبر ۱۹۰۴ء کو چھپا ہوا لیکچر پڑھا گیا - اس لیکچر کی طیاری میں ایک ہی دن صرف ہوا - لیکچر کے متعلق عام طور پر مندرجہ ذیل اشتہار چھپا کر تقسیم کیا گیا اور شہر کے مختلف حصوں اور نمایاں جگہوں پر چسپاں بھی کر دیا گیا -

اشتہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

حضرت میرزا **غلام احمد** صاحب قادیانی

مسیح موعود کا لیکچر

اسلام پر

یہ لیکچر ۲ - نومبر ۱۹۰۴ء کو بدھ کے دن صبح ساڑھے سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر سنایا جائیگا - مولوی عبد الکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھکر سنائینگے - اور حضرت میرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہونگے حضرات سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں - کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی - نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا -

المشتہران

حکیم میر حسام الدین - چوہدری محمد سلطان رئیس سیالکوٹ

آغا محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ

چوہدری نصر اللہ خاں پلیڈر - چوہدری محمد امین پلیڈر

ضروری نوٹ :- میرا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ساری روئداد شائع کر دوں لیکن جب اس مقام تک میں پہونچا اور مجھے معلوم ہوا کہ سارا مسودہ اس نمبر میں نہیں آ سکے گا - اگرچہ اسی ایک ہی مضمون کا پڑھنا ناظرین کو ناگوار نہ گذرتا - تاہم مناسب معلوم ہوا کہ کچھ حصہ دوسرے مضامین کا بھی ہو اسلئے باقی حالات سفر سیالکوٹ کے اگلے نمبر میں انشاء اللہ شائع کر سکوں گا -

نکاح کی ضرورت

ہمارے ایک مخلص احمدی بھائی میاں رحمت اللہ صاحب جولاہے رائین قوم سے ہیں اور بنگہ ضلع جالندھر میں ایک اچھی دوکان سبزی اور میوہ فروشی کی رکھتے ہیں - اپنی اہلیہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں - میاں رحمت اللہ نوجوان ہیں - انکی عمر قریب ۲۸ سال کی ہے اور کچھ پڑھے ہوئے ہیں - جہانتک ایڈیٹر الحکم کو ان سے ذاتی تعارف اور انکے حالات سے واقفیت ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میاں رحمت اللہ خدا کے فضل و کرم سے ایک دیندار اور شریف آدمی ہے - جو صاحب ان سے اس قسم کا تعلق پیدا کرنا چاہیں وہ براہ راست میاں رحمت اللہ احمدی بنگہ ضلع جالندھر کے پتہ پر یا ایڈیٹر الحکم کی معرفت خط و کتابت کرے +

نئی دنیا میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور پہلا احمدی

ملک امریکہ سے ایک دل خوش کن آواز آئی ہے جسے ہم اپنے ناظرین تک پہونچاتے ہیں - ہمارے مکرم جناب مفتی محمد صادق صاحب جو اتمام حجت مغربی دنیا میں بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے ذیل میں ہم مفتی صاحب کا خط درج کرتے ہیں جو انہوں نے مسٹر اینڈرسن کے خط کے بعد بغرض اندراج الحکم لکھا ہے فی الحال اتنا ہی کافی ہے آئندہ اگر ممکن ہوا تو صاحب موصوف کے گرامی نامہ کا پورا ترجمہ درج کرینگے -

ایڈیٹر

بخدمت صاحب ایڈیٹر الحکم -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

مسٹر حسن اینڈرسن ساکن ملک امریکہ جنکے ساتھ ڈیڑھ سال سے میری خط و کتابت مذہبی امور میں ہو رہی تھی اپنے خط مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۴ء میں درخواست کرتے ہیں - کہ انکا نام درج رجسٹر مبائعین حضرت مرزا صاحب کیا جاوے اور نیز ان کی خواہش ہے کہ ان کے متعلق یہ خبر عام طور پر ممبران احمدیہ وغیرہ میں شائع کی جاوے تاکہ سب دوست ان کے واسطے دعائے استقامت کریں - صاحب موصوف ایک لائق ڈاکٹر ہیں یورپ کی اکثر زبانوں مثلاً فرنچ - جرمن - روسی - وغیرہ کے عالم ہیں اور اپنے پیشہ ڈاکٹری سے اپنا گذارہ کرتے ہیں - انکو اسلام کے ساتھ بڑی محبت ہے اور اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے اور حضرت مرزا صاحب کو مسیح اور مہدی مانتے ہیں اور ملک امریکہ میں پہلے احمدی ہیں -

محمد صادق عفی اللہ عنہ والسلام

ڈاکٹر شیخ محمد شریف صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام پر ریویو

ہمارے مکرم و محترم دوست ڈاکٹر شیخ محمد شریف احمدی حصول رخصت پر اپنے گھر بٹالہ تشریف لائے تھے ایک دن فرصت کا نکال کر وہ دارالامان بھی حاضر ہوئے - اور انہوں نے مدرسہ تعلیم الاسلام کا معائنہ کیا - معائنہ کے بعد جو رائے ڈاکٹر صاحب نے لکھی ہے وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں -

سب سے اول قاضی نظیر حسین صاحب نے مدرسہ کا اپنی جماعتیں سے معائنہ کیا تھا انہوں نے جس طرح پر مدرسہ کا معائنہ کیا وہ معائنہ کنندگان کے لئے ایک نمونہ ہے لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکابر جو یہاں آتے ہیں وہ سرسری نظر سے مدرسہ کو دیکھتے ہیں حالانکہ قومی کام کی حیثیت سے انہیں اسے بڑی دلچسپی سے دیکھنا چاہیئے - بہرحال ڈاکٹر صاحب کی رائے بجنسہ یہ ہے -

میں مولوی محمد صادق صاحب کا نہایت ہی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے معائنہ کے لئے بلایا - ۵ منٹ قلیل میں اس درس گاہ کی ایسی عظیم الشان ترقی میرے لئے حیرت اور تعریف کا باعث ہوئی - اس بارے میں منیجر اور دوسرے افسران مدرسہ کی کوشش ہر طرح سے قابل تعریف ہیں - اسلئے اپنے کامل وثوق کی مثال یہ ہے میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کو یہاں تعلیم کے لئے بھیجدوں -

(دستخط) محمد شریف اسسٹنٹ سرجن

مدرسہ ہی کے متعلق ایک بات

چونکہ عید الفطر کی تقریب قریب آ رہی ہے اسلئے ہم اپنی قوم کو مطلع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ عید فنڈ کی وصولی میں غیر معمولی سعی اور کوشش کرنی چاہیئے - کیونکہ اس فنڈ سے مدرسہ کی آمد ضرورتوں کا بہت بڑا حصہ پورا ہو جایا کرتا ہے جب سے سکول ہائی سکول بنا ہے - اس وقت سے مدرسہ کی ضروریات بہت کچھ بڑھ گئی ہیں - اور ان ضرورتوں کا پورا کرنا قوم ہی کے ہاتھ میں ہے -

ہر شہر اور گاؤں کی انجمن احمدیہ عید فنڈ کا روپیہ وصول کر کے ڈائرکٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے نام بھیجدے -

کچھہ اپنی نسبت

ہم ان بقایا داران کے شکرگزار ہیں جنہوں نے مطبع کی ضروریات کو محسوس کر کے باخوشی خاطر اپنا بقایا صاف کر دیا ہے اور مطبع کے بھیجے ہوئے وی پی وصول کرتے ہیں -

۱ - اور ہم آج ان احباب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کئی مرتبہ وی پی واپس کئے ہیں کیونکہ آخر ہم ۲ - نومبر ۱۹۰۴ء سے اونکے نام اخبار بھیجنا بند کر دینگے - اور اس طرح پر آخر سال تک کچھ بھی فائدہ ہوگا اور بعض ہمدردان الحکم جب دفتر الحکم میں تشریف لا کر بقایا داران کے رجسٹر کو دیکھا کرتے ہیں تو وہ ان کے اسماء گرامی کو ہمدردان قوم میں پا کر کچھ افسوس کرینگے -

۲ - سال رواں کے اختتام میں اب ایک ہی مہینہ باقی سمجھئے اسلئے اطلاع دی جاتی ہے کہ سالہائے گذشتہ کے معمول کے موافق ۱۰ - دسمبر ۱۹۰۴ء کو الحکم سالانہ قیمتوں کے وصول کرنے کے واسطے بذریعہ وی پی بھیجا جاوے گا - اور اس سے پہلے بذریعہ مطبوعہ کارڈوں کے حسب ایل اطلاع دیجاوے گی - میں یقیناً عرض کرتا ہوں کہ اخبار کے استحکام کے لئے قوم کی متفقہ کوششوں کی ضرورت ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ وقت پر واجب الادا ادا کیا جاوے - قومی اخبار قومی دوستوں سے چلتے ہیں لیکن الحکم کہہ سکتا ہے کہ بجز استثناء چند آدمیوں کے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کی تحریکوں پر توجہ کی - یہ ضرور تو نکو قادیاں سے دور رہ کر ہی محسوس کیا ہے - کسی شخص کو یہ موقع نہیں ملا کہ وہ اسے ڈونیشن دے - اور نہ ہی الحکم کی طرف سے اس قسم کی درخواست ہی ہوئی ہے - یہ ایسی باتیں ہیں جو قوم کو خود محسوس کرنی چاہئیں - بہرحال آئندہ کے لئے اگر خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور اس خدمت کے قابل ہمیں رکھے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ صرف ان خریداروں کے نام الحکم جاری رکھا جاوے جو پیشگی قیمت دینے والے ہوں ہاں بعض خوش معاملہ لیکن غیر مستطیع احباب جو ان سات آٹھ سال میں ہمیشہ خوش معاملہ ثابت ہوئے ہیں وہ اس قاعدہ سے مستثنےٰ کئے جاویں - اسلئے ہر شخص کو ابھی سے سوچ لینا چاہیئے کہ آیا وہ الحکم پیشگی قیمت پر خرید سکتا ہے یا نہیں -

یہ قاعدہ سختی کے ساتھ جاری کیا جاویگا - کہ جو شخص وی پی واپس کریگا بجائیکہ اسے پہلے اطلاع دی گئی ہو اور وہ وی پی جاری ہونے سے پہلے اسکے نہ پہنچنے کی اطلاع دیدے یا قبل از وقت اس کی اطلاع نہ ہو پہنچ سکے اسے مستثنےٰ کر کے ہر واپس شدہ وی پی پر نام خارج کر دیا جاویگا - اس سال مطبع کو اس حصہ میں بھی بہت سا خسارہ ہوا ہے یہ بھی یاد رہے کہ جن احباب کا سالانہ چندہ بذریعہ وی پی وصول ہوا ہے انسے وی پی خرچ وصول نہیں کیا گیا وہ اس مرتبہ شامل کر دیا جاویگا -

تفسیر القرآن اور اسکے خریدار

ہم نے اطلاع دیدی تھی کہ تفسیر القرآن کا دوسرا پارہ شائع ہو گیا اور باقاعدہ خریداروں کے نام وہ روانہ بھی ہو گیا - لیکن ابھی تک بعض ایسے اصحاب معلوم ہوتے ہیں کہ جن کے پاس متفرق اجزاء پہونچے ہوئے ہیں اور انہوں نے ابھی تک باقی اجزاء کے طلب کرنے کی اطلاع نہیں دی ایسی صورت میں ہم بری الذمہ ہیں - اگر کسی کو باقی اجزا نہ ملے ہوں تو اگر اطلاع دینے پر نہ بھیجے جاویں تو ہم ذمہ دار ہیں جن لوگوں کے پاس اجزاء پہونچ گئے ہیں اور انکے پاس مکمل پارہ ہی پہونچ گیا ہے - انہیں چاہیئے کہ وہ اجزاء واپس بھیجدیں - درخواست میں صاف لکھا جاوے کہ اس صفحہ تک پارہ دوم پہونچا ہوا ہے -

دارالامان کا ہفتہ

۱ - اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بحمد اللہ اچھی ہے کبھی کبھی ناسازی کی بھی شکایت ہو جاتی ہے -

۲ - حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ ...

۳ - جبر گلاں ملت خدا کے فضل و کرم سے تندرست ہیں - حضرت حکیم الامت کی طبیعت کسقدر ناساز رہی ہے - شکایت اسہال کی تھی -

۴ - کوئی نئی تالیف مطبع میں نہیں چھپ رہی ہے -

۵ - رمضان کا پہلا روزہ یہاں جمعرات کو رکھا گیا -

۶ - سناتن دھرم سبھا قادیان باقاعدہ ہو گئی ہے - ایک پنڈت صاحب مدرسہ یہاں آئے ہوئے ہیں - اور ... لیکچر دیتے ہیں -

مقدمہ کے متعلق اپیل

حضرت اقدس کے مقدمہ میں ...

ریمارک

یوگی اور اسکا پیغام - اس نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ مصنفہ ایک انگریزی رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی ایک کارڈ بھی ہے پہونچا کہ اس رسالہ کو بغیر پڑھنے کے کوئی رائے ظاہر نہ کی جاوے ہم نے اس مختصر سے رسالہ کو پڑھا ہے اور اسپر اظہار رائے کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں کہہ سکتے جو ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز نے لکھا ہے۔ اسلئے اسے بیان ویسا ہی کافی ہے۔ ”یوگی اور اسکا پیغام“

اس نام کا ایک رسالہ انگریزی زبان میں لکھا ہوا مصنفہ سوامی دیرہ نند مہا ورتی صاحب ہمارے پاس ریویو کے لئے پہونچا ہے اس رسالہ میں دو لیکچر درج ہیں - جو سوامی صاحب نے یو - پی مشن چرچ اجمیر اور اکسفورڈ مشن ہوسٹل ہال کلکتہ میں دئے تھے ان دونوں لیکچروں میں سے ایک کا عنوان ”عیسی مسیح عجیب و غریب یوگی“ اور دوسرے کا عنوان ”انجیل مقدس پیغام یوگی“ ہے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ سوامی صاحب یوگی سے کیا مراد سمجھتے ہیں - ہم انہیں کے اپنے الفاظ سے اقتباس کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ”یوگی وہ ہوتے ہیں جو جتنی دفعہ چاہے مرے موت اس کے قبضہ میں ہوتی ہے“ پھر وہ کہتے ہیں کہ یوگ کی قوت سے تمہیں مفصلہ ذیل باتیں حاصل ہو سکتی ہیں ”گذشتہ واقعات کا تمہیں علم ہو سکتا ہے موجودہ اور آئندہ کی تمہیں خبر ہو سکتی ہے - تمام بیماریوں سے تم بچ سکتے ہو - دوسرے لوگوں کے خیالات تم پڑھ سکتے ہو - پانی میں ڈوبے کے بغیر تم رہ سکتے ہو اور آگ میں جلنے کے بغیر ٹھہر سکتے ہو - زہر کو تریاق بنا سکتے ہو - تم اتنے مضبوط ہو سکتے ہو کہ تم پر کوئی فتح نہیں پا سکتا - تم اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے کے جسم میں داخل ہو سکتے ہو - اپنی مرضی سے جب چاہو مر سکتے ہو - تم دیوتاؤں کی طرح کھیل کود کر سکتے ہو - جو کچھ تم چاہو حاصل کر سکتے ہو - تمہارے کاموں کو کوئی بات روک نہیں سکتی - جو صورت تم چاہو اختیار کر سکتے ہو ہوا کی طرح تیز چل سکتے ہو - تم اپنے لطیف جسم سے ہر جگہ جا سکتے ہو - تم دور سے سن سکتے ہو - بغیر پانی کے زندہ رہ سکتے ہو - تم کو دور دراز کی چیزیں نظر آ سکتی ہیں - تم عورتوں اور مردوں کے دلوں پر حکمرانی کر سکتے ہو - ان دعاوی کے منکر ناظرین منتظر ہوں گے کہ انکا ثبوت کیا ہے اور کونسی دلیل ان کی تائید میں دیجا سکتی ہے مگر سوامی صاحب کی کتاب اس سے بالکل خالی ہے - اور یہ سب دعاوی نرے دعاوی ہیں - یہ بھی لکھا ہے کہ ”اس قسم کے یوگی اسوقت تک لوگوں کے سامنے چہرہ کو چھپا لیا“ لیکن واقعات کیا ہیں؟

اور تبت میں پائے جاتے ہیں - اور مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے باکمال یوگی موجود ہیں“ - بقول سوامی صاحب ان کی تعداد ۱۵۰ مرد اور ۱۳ عورتیں ہے - لیکن اس کے نام اور پتے سوامی صاحب کسی مصلحت کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے - شاید اس لئے کہ حقیقت معلوم نہ ہو جائے سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے یوگی کو جانتے ہیں جس کی عمر ۲۷۰ سال کی ہے - اور ایک یوگن اونہوں نے دیکھی ہے جس کی عمر ۵۰۰ برس بیان کرتے ہیں - یہ کہانیاں بچوں کے خوش کرنے کے لئے تو خوب ہیں - لیکن ان فضول دعاوی کو ایک ایسے ہی دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا - یہ سوامی صاحب کا ہی کام تھا ان باتوں سے اون کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یوگیوں میں ایسی طاقتیں پائی جاتی ہیں - اس لئے یسوع مسیح بھی ایک یوگی تھا کیونکہ اوس کی نسبت بھی اسی قسم کی باتیں لکھی ہوئی ہیں لیکن تعجب ہے پھر تو وہ انسان ثابت ہوا خدا یا ابن خدا جو سوامی صاحب اوسے بنانا چاہتے ہیں کیونکر ہوا - یا اونہیں یہ کہنا پڑے گا کہ ہر ایک یوگی خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا ہے + الغرض یسوع مسیح بھی اون کے نزدیک اسی قسم کا یوگی تھا - جس کی سوامی صاحب نہایت مبالغہ آمیز تعریف اور مدح کرتے ہیں اور جسکی فضول شناخوانی کرتے ہیں - اس یوگی پر وہ ایسے فریفتہ ہیں - کہ اوس کی تعریف کرتے وقت انہوں نے واقعات کو نظرانداز کر کے اپنے دلولوں اور جوشوں کو زبردست الفاظ میں بیان کیا ہے - ہم مسیح کو بنظر تعظیم دیکھتے ہیں اور اون کو خدا کا سچا نبی جانتے ہیں - لیکن ہم ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی عیسائی اس سے کبھی انکار کر سکتا ہے - کہ دوسرے نبیوں کی طرح یسوع مسیح کو بھی اسکے زمانہ کے لوگوں نے دکھ دیا اور ذلیل کیا اور حقارت سے دیکھا - اور بہت تھوڑے لوگ تھے جنہوں نے آپ کے ابتدائے دعوی میں سچا مسیح شناخت کیا - مگر اس کے متعلق مصنف کتاب زیر ریویو فرماتے ہیں کہ ”ایشیاء کے سخت مزاج لوگ سب کے سب روحانی غفلت سے بیدار ہو گئے - اور پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے جو عرب اور سکندریہ اور ترکستان اور تاتار اور شام اور یونان اور ایران نے بہیبن ہو کر سوال کیا - کہ یہ عجیب نوجوان کون ہے! یونانیوں اور رومیوں نے اپنی عالمانہ تحقیقات اس مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع کیں کہ یہ بےنظیر انسان کون ہو سکتا ہے بادشاہ اور زمیندار حیرت زدہ ہو کر ٹھٹکے گئے ہیں اور ان بیرو آزما اس کی باتوں کے آگے سرنگوں ہو گئے - فلاسفر اور سائنس دان تحیر میں پڑ گئے دیو اور شیاطین اسکے حکم کے آگے کانپتے تھے - ہر ایک طغیانی کرنے والے سمندر اور سخت تیز چلنے والی ہوائیں اسکے حکم کی تعمیل کرتی تھیں - مردے قبروں میں سے نئی زندگی لیکر اوٹھے - گانوں دان اور منطقی لوگ اس کے دعظوں پر فدا ہو گئے - اسکی آسمانی فصاحت کے سامنے پنڈتوں اور حکماء کی شہرت مٹ گئی - علماء اور زمانوں نے اپنی قیمتی کتابیں پرے پھینکدیں - مجوسیوں اور جادوگروں نے منتر ترک کر دئیے اور رسیوں اور سرداروں کاہنوں نے شرم کے مارے اپنا منہ اس سے چھپا لیا“ لیکن واقعات کیا ہیں؟

جب یسوع نے اپنا دعوے مسیحیت کیا تو ساری یہودی قوم نے انکی سخت مخالفت کی - جھوٹا اور فریبی کہا مفتری اور کذاب قرار دیا گالیاں دیں - اور ہر طرح سے اوس کے دعوی کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی - صرف چند ماہی گیر اور چھوٹی ذات کے مرد اور کچھ عورتیں تھیں جو اوس کے ساتھی ہوئے - بنی اسرائیل نے اسکے اپنا نجات دہندہ نہ مانا - یونانیوں اور رومیوں نے اس کے صادق یا کاذب ہونیکے سوال کو ایک لحظہ کے لئے بھی ضروری نہیں سمجھا اور نہ اسکے لئے کچھ وقت ہی دی اور آخر کار اسے مفسدہ پرداز خیال کر کے اور یہودیوں کو حکومت کے مقابلہ میں سرکشی کی ترغیب دینے کے جرم میں انکی گورنمنٹ نے اسکو گرفتار کر لیا - سرزمین شام سے باہر اسے کوئی نہ جانتا تھا - اور عرب اور ترکستان اور تاتار اور یونان اور ایران اور روم وغیرہ اسکی ہستی سے بھی بالکل بیخبر تھے - ربی اور سردار کاہن اسے مفتری اور کذاب سمجھتے تھے - اور اسکو اور اسکی والدہ کو (ان دونوں پر سلام ہو) سخت عیب سے متہم کرتے تھے رومی سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا - حراست میں رکھا - مقدمہ چلایا - مجرم اسکے ذمہ ثابت پایا - اور صلیب پر سزا دینے کے لئے چڑھا دیا - سوامی صاحب کے ”بہادران نبرد آزما جو اوسکی باتوں کے آگے سرنگوں ہو گئے“ صرف وہ نہایت کمزور دل حواری ثابت ہوئے - جنہوں نے آخری وقت میں اوس سے بیوفائی کر کے اس کا ساتھ تک نہ دیا - ابتداء میں تو اس کا استقبال اسی الہی قانون کے مطابق ہوا - جو قرآن کریم میں درج ہے - یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون یعنی لوگوں پر افسوس ہے! کوئی رسول اون پاس نہ آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہ اوڑایا“ + معلوم ہوتا ہے کہ سوامی صاحب اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ جو بات وہ منہ سے بیان کر رہے ہیں کہاں تک صداقت رکھتی ہے - مثلاً سوامی صاحب اپنے لیکچر میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یسوع مسیح کو تمام نبیوں سے افضل اور تمام انبیاء کا سردار بیان کیا ہے اور قرآن کریم میں و نکا شاندار اس کا نام رکھتا ہے - اور اسکو تمام کا منبوں سے مقدس اور بلند رتبہ لکھتا ہے - یہ بڑی سخت غلط بیانی ہے اسی سے دوسری کتابوں وید وغیرہ کے حوالجات کی صحت یا عدم صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ سوامی صاحب اسلام سے بالکل ناواقف ہیں - ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں - کہ قرآن تمہیں یہ نہیں بتاتا کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا - حالانکہ قرآن صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ وما صلبوہ - یعنی وہ (یہودی) انکو صلیب پر بھی نہیں مار سکے - ... صاف ہیں - قرآن کریم مسیح کو خدا کا سچا نبی بیان کرتا ہے - اور بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر وہ صلیب پر مر گئے تو پھر سچے نبی نہیں ہو سکتے - کیونکہ پرانے عہد نامہ میں لکھا ہے کہ جو شخص کاٹھ یعنی صلیب پر مر جاتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے مردود ہوتا ہے - اور وہ خدا سے بیزار اور خدا اس سے بیزار رہتا ہے؟ اسمیں شک نہیں کہ مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر کھینچا

لیکن وہ وہاں مرا نہیں - کیونکہ کلام خدا میں لکھا ہے ولکن شبہ لھم - وہ (یہود) شک میں پڑ گئے“ جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اوس کو مردہ خیال کر لیا - حالانکہ وہ درحقیقت مردہ نہ تھا - مجھے یہ بات دیکھ کر سخت رنج ہوا ہے کہ سوامی دھرمانند مہاورتی جیسے مشہور و معروف انسان اسلام جیسے عظیم الشان مذہب سے ایسے ناواقف ہوں جو ہندوستان کے پانچویں حصہ سے زیادہ کا مذہب ہے +

بعض امور اس رسالہ میں ایسے ہیں جو واقعی قابل تعریف ہیں مثلاً اول یہ کہ مسیح کے ہندوستان میں آنے کی تائید کی گئی ہے - دوسرے مسیح مذہب کے ماننے والوں پر اس مذہب کے جو اثر ہوئے ہیں ان کو بہت وضاحت سے بیان کیا ہے - ذیل کی عبارت خاص توجہ کے لایق ہے ”مجھے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے اچھے دن بگڑ چکے ہیں - آجکل اس مذہب میں پاریہ - چنڈال چمار چوہڑے - گوالے اور اسی قسم کے نیچ اور خبیث لوگ داخل ہوتے ہیں - یہ لوگ ملک کے لئے وبال جان ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ اختلاط سے اعلے سوسائٹی کی ذلت ہوتی ہے - یہ بیہودہ نالایق شرابی بدمعاش بھوکے مر بھکے شریر لوگ اب ہندوستانی نو عیسائی لوگوں میں لا کر گنے جاتے ہیں اور اعلے قوموں کے لوگ ابھی تک عیسایت کے اثر سے بالکل بچے ہوئے ہیں - ان نیچ ذاتوں کے بہت سے لوگوں کو بجائے اچھی حالت میں کرنے کے عیسایت نے اور بھی پست حال کر دیا ہے - کثرت سے ایسے لوگوں کی حالت بالکل خراب ہو گئی ہے اور ان کے اخلاق گر گئے ہیں اور پہلے کی نسبت وہ بد چلنی میں اور بھی بڑھ گئے ہیں - دیسی عیسائیوں میں سے ۹۹ فیصدی ایسے ہیں جن کے اخلاق بہت پستی میں گرے ہوئے ہیں - ذہنی قوا کے لحاظ سے وہ ہندوؤں سے دس درجہ کم ہیں - اور روحانی حالت ان کی ایسی ہے کہ گویا وہ ہندوستانی عیسائیت کی کتاب حساب میں بمقدار صفر ہیں“

نو عیسائیوں کی یہ تصویر عیسائی مذہب کے ایک دشمن نے نہیں بلکہ ایک نہایت دلدادہ عاشق نے کھینچی ہے - اور یہ ایسی سچی باتیں ہیں کہ ان کی صداقت بہت دفعہ خود عیسائی صاحبان نے تسلیم کی ہے - اگر یہ مسئلہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو عیسائی مذہب سے اسکے حامیوں کو ہاتھ دھو لینے چاہئیں جسطرح ہندوستان میں عیسویت نے لوگوں کو قعر ذلت میں ڈال دیا ہے اسی طرح افریقہ میں بھی اس نے لوگوں کے اخلاق پر بُرا اثر ڈالا اور ان کو اور بھی نیچے گرا دیا ہے - برعکس اس کے اسلام کے پاک اثر کو جو افریقہ کے نو مسلموں کی حالت سے ثابت ہوتا ہے اور جسے خود عیسائی صاحبان نے تسلیم کیا ہے دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے - اور ان تمام باتوں سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عیسائی مذہب کے دن اب پورے ہو چکے ہیں -

یسوع مسیح اور اسکے مذہب اور بائبل کی کوئی کتنی ہی تعریف کیوں نہ کرے اگر ...... عیسائی مذہب کا اثر یہی ہے جس کو سوامی صاحب تسلیم کرتے ہیں تو یہ ساری تعریف عبث ہے کیونکہ واقعات اسکو جھوٹا ٹھہرا رہے ہیں یہ رسالہ ...

مختصر نوٹ اور نکات

دعا کی قبولیت ایک عظیم الشان فضل اور خارق عادت نشان ہے جو خدا تعالیٰ کے ولیوں کو دیا جاتا ہے۔ جس جس قدر انسان اس فضل سے حصہ پاتا ہے اسی اندازہ اور ظرف کے موافق وہ خدا تعالیٰ کی تولی میں آ جاتا ہے اور اسے وہ حالت جو قبولیت دعا کی حالت کہلاتی ہے میسر آ جاتی ہے۔ اور وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دعا یا بددعا کیلئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح کہ فوراً پھوٹتا ہے اور حق الامر ایک شعلہ نور آسمان سے گرتا ہے اور اس سے اتصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ (مولیٰ کریم ہمیں بھی اس نعمت سے حصہ دے آمین)

ہمارے پیارے رسول سید الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذا وقع العبد فی الھانیة الرب ومھیمنة الصدیقین رھبتہ الابرار لم یحسد احد یاخذ بقلبہ۔

یعنے جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اسکی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اسکو لے لیتا ہے اور پیار کی طرح اسکو غیروں کے تعلقات سے چھڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ بھی کوئی نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے سبب خدا اس کے دل کو کھینچے کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمتیں اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے۔

ایک لطیفہ (رمضان میں کسوف خسوف کے متعلق جو مہدی موعود کا ایک نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور وہ پورا ہو چکا ہے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے)

اس جگہ اس حکمت کا بیان کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مہدی موعود کا نشان چاند اور سورج کے خسوف کسوف کو جو رمضان میں ہوا کیوں ٹھہرایا۔ اسمیں کیا بھید ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ علماء اسلام مہدی کی تکفیر کریں گے اور کفر کے فتوے لکھیں گے چنانچہ یہ پیشگوئی آثار اور احادیث میں موجود ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی موعود اپنی قبولیت کے وقت سے پہلے علماء زمانہ کی طرف سے اپنی نسبت کفر کے فتوے سنے اور اس کو کافر اور بے ایمان کہیں۔ اور اگر ممکن ہو تو اسکو قتل کرنے کی تدبیر کریں۔ سو چونکہ علماء امت اور فقراء امت زمین کے آفتاب اور ماہتاب کی طرح ہوتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے دنیا کی تاریکی دور ہوتی ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے آسمانی اجرام چاند اور سورج کی تاریکی کو علماء اور فقراء کے دلوں کی تاریکی پر دلیل ٹھہرائی گویا پہلے کسوف خسوف زمین کے چاند اور سورج پر ہوا کہ علماء اور فقراء کے دل تاریک ہو گئے۔ اور پھر اسی تنبیہ کے لیے آسمان پر خسوف کسوف ہوا۔ تا معلوم ہو کہ وہ بلا جس سے علماء اور فقراء کے دلوں پر نازل ہوا خسوف کسوف کی طرح تھی اگر گواہ آسمان نے اسکی گواہی دی کیونکہ آسمان زمین کے حال پر گواہی دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی شق قمر میں یہی حکمت تھی کہ جن کو علم کا نور ملا تھا وہ لوگ اس نور پر تاریکی وارد کرتے تھے اور ان کی دیانت اور امانت گرتے گرتے ہو گئی۔ سو اس وقت بھی آسمان کے شق القمر نے ظاہر کر دیا کہ زمین میں بھی جو لوگ نور کے وارث تھے انہوں نے تاریکی سے پیار کیا ہے۔ اور اس جگہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ مدت ہوئی کہ آسمان کا خسوف کسوف جو رمضان میں ہوا وہ جاتا رہا اور چاند اور سورج دونوں صاف اور روشن ہو گئے مگر ہمارے وہ علماء اور فقراء جو شمس العلماء اور بدر الفقراء کہلاتے ہیں وہ آج تک اپنے کسوف خسوف میں گرفتار ہیں۔ اور رمضان میں کسوف خسوف ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ رمضان نزول قرآن اور برکات کا مہینہ ہے اور مسیح موعود بھی رمضان کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا زمانہ بھی رمضان کی طرح نزول معارف قرآن اور ظہور برکات کا زمانہ ہے۔ سو اس کے زمانہ میں علماء کا اس سے منہ پھیرنا اس کو کافر قرار دینا گویا رمضان میں خسوف کسوف ہوتا ہے۔ اگر کسی کو ایسی خواب آوے کہ رمضان میں خسوف کسوف ہوا تو اسکی یہی تعبیر ہے کہ کسی بابرکت انسان کے زمانہ میں علماء وقت اسکی مخالفت کریں گے اور سب و شتم اور توہین اور تکفیر سے پیش آویں گے۔ اور وہ شخص موعود مہدی کے نام سے ہی اس لیے نامزد کیا گیا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ کیا جائے کہ لوگ اس کو مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں سمجھیں گے بلکہ کافر اور بیدین کہیں گے۔ سو یہ نام پہلے سے بطور ذب اور دفع کے مقرر کیا گیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمت کرنے والوں کے رد کیلئے محمد رکھا گیا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس قابل تعریف نبی کی شریر اور خبیث لوگ مذمت کریں گے مگر وہ محمد ہے یعنی نہایت تعریف کیا گیا۔ نہ مذمم۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث میں دو خسوف کسوف کا وعدہ تھا۔ ایک علماء اور فقراء کے دلوں کا خسوف کسوف اور دوسرے چاند اور سورج کا کسوف خسوف۔ سو زمین کا خسوف کسوف تو علماء اور فقراء نے اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ کیونکہ انہوں نے علم اور معرفت کی روشنی پا کر پھر اس شخص سے عمداً منہ پھیرا جس کو قبول کرنا چاہیے تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا کرتے کیونکہ لکھا گیا تھا کہ ابتدا میں مہدی موعود کو کافر قرار دیا جائیگا۔ سو انہوں نے مجھے کافر قرار دیکر اس نوشتہ کو پورا کر دیا۔ اور دوسرا حصہ آسمان میں پورا ہوا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ از حضرت مولوی عبد الکریم صاحب

۱۱ نومبر ۱۹۰۴ء

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

اے مومنو خدا سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور مرو مسلمان ہونے کی حالت میں۔

تمام نیکیوں کی جڑ خدا کا خوف ہے اور تمام بدیوں کی جڑ اس سے نڈر ہونا ہے۔ گناہ سے بڑھکر موذی اور مضر زہر دنیا میں کوئی نہیں۔ تمام زہروں کا اثر جسم تک محدود رہتا ہے اور جسم کو ہی ہلاک کرتی ہیں۔ لیکن خدا کی نافرمانی اور گناہ روح کو ہلاک کرتی ہے۔ بڑی غلطی اور افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر وبا یا بیماری آئی ہے تو اپنی جان اور جسم کو اوس سے محفوظ رکھا جاوے۔ یا کوئی شخص جب یہ دیکھ کر کہ یہ زہر ہے تو اسکو نہیں کھاتا یا سانپ کی سوراخ میں انگلی ڈالنے کی جرات نہیں کر سکتا مگر خدا کی نافرمانی بڑی جرات اور دلیری سے کیجاتی ہے۔ اگر انکو معلوم ہو کہ خدا کی کیسی پاک ذات ہے اور اس سے تعلق پیدا کرنے میں کیسی راحت اور لذت ہے تو یقین ہو جاوے کہ دنیاوی لذات اوس کے مقابل میں کچھ بھی چیز ہی نہیں رکھتے۔ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ خواہ مال کی ہو۔ خواہ جان کی خواہ بیٹوں کی اور خواہ تجارت کی۔ یا ایسی بیماری آ جاوے کہ جسمیں تمام رشتہ دار بیزار ہو گئے ہوں۔ ایسے وقت میں [illegible] کو کچھ خبر نہیں۔ اور تمام راحت والی چیزیں خواہ کیسی ہی ہوں خواہ بیٹوں کی لذات اور راحت نہیں دے سکتیں۔ اسوقت اگر لذت اور راحت دے سکتی ہے تو ایک ہی چیز ہے اور وہ خدا کی ذات ہے۔ پر وہ عرفانی زمان ہو جسکو اسکے دیکھنے کے چھونے کے چکھا ہوا ہو۔ اسکی کلام کو رؤیا۔ خواب۔ الہام کشف اور مخاطبہ سے سن چکا ہو وہ جیسی تسلی اور راحت اوس وقت اسی کی اس ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ میں ایمان سے مسیح موعود کے دربار میں حاضر ہو کے دل سے کہتا ہوں۔ اور کسی چیز سے ایسی راحت نہیں ملتی۔ پھر یہ بات ان لوگوں کو جنکو خود اسکا تجربہ ہے اور ان کے تجربہ کاروں کی صحبت میں کبھی بیٹھے ہیں۔ ہم سمجھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ جسطرح کسی چیز کی پیاس فطرتاً پانی کے سوائے نہیں بجھ سکتی حالانکہ لعل اور موتی کے مقابل میں وہ ایک بہت ہی ادنیٰ چیز ہے۔ پھر لاکھ لعل اور موتی کوئی دیوے پیاس بجھانے کے [illegible] سرور نہیں ہو گی۔ اسیطرح ہر ایک چیز ہوا پانی اور غذا سے زندہ رہتی ہے۔ پھر جسطرح جسم کے مقصد میں جسمانی قویٰ کیواسطے اسیطرح روح کے قویٰ کیواسطے غذا بھی ایک مقصد غذا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ میں بھوکا ہوں تو مجھے کھلا پلا۔ میں بھوکا ہوں تو مجھے کھانا کھلا۔ میں پیاسا ہوں تو مجھے پانی پلا۔ کیا واقع میں رسول اللہ صلعم ان چیزوں کے محتاج تھے۔ نہیں بلکہ سبب یہ تھا کہ کھانا پینا اور سونا ایسا ہے کہ اسکے استعمال کے بعد پھر اسکی ضرورت فوراً آتی ہے۔ پھر خدا کے پینے والے کبھی سیراب نہیں ہوتے۔ اور خدا کے [illegible] سیر نہیں ہوتے اور وہ وہ غذا۔ پانی اور روشنی ہے جسکی سیرابی سے دنیا کی کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں محسوس کر سکتا ہوں کہ سرد پانی کا کیا مزہ ہوتا ہے۔ خصوصاً گرمیوں میں۔ عمدہ پلاؤ اور عمدہ گوشت اور بہاروں کے نظاروں وغیرہ میں کیا مزہ ہوتا ہے۔ پھر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قرآن کریم۔ نماز۔ خدا کی تقدیس کے ذکر الٰہی کا ایسا مزہ ہے کہ اسکے سامنے یہ سب ہیچ ہیں۔ بدبخت ہے وہ شخص جو ذرہ سے ذرہ دنیاوی چیز سے بے چین ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اتنا کہ نماز کا کبھی مزہ نہیں آیا۔ پھر جب نماز میں اسکو مزہ نہیں آتا تو کبھی اسکا افسوس زبان تک بھی نہیں لاتا۔ مخلوق کو خدا مانتا اور ہر ایک ذرہ سے ایسا ڈرتا ہے جیسے خدا سے ڈرنا چاہیے پھر اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا سے تعلق اور محبت دور ہو جاتا ہے اور اس سے بزدل اور پاگل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا۔ وجعلنا فی اعناقھم سلاسل واغلالا۔ یعنے خدا سے غافل رہنے والے کے پاؤں میں زنجیر ڈالدیا جاتا ہے کہ وہ اسطرف کو چل نہیں سکتے اور گردن میں طوق ڈالا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف جا نہیں سکتے۔ اور آسمان کیطرف دیکھ نہیں سکتے + دنیا میں دو قسم کی مخلوق ہے اول زمین پر پیٹ کے بل چلنے والی۔ دوئم دوسری یعنے سیدھا چلنے والی جیسے نبی کریم کو فرمایا۔ قد نری تقلب وجھک فی السماء۔ یعنے تو بار بار آسمان کیطرف شوق سے دیکھتا ہے۔ خیر یہ ساری مخلوقیں زمین کیطرف جھکی ہوئی ہیں۔ لاٹ صاحب ملکہ کا بھی کون [illegible] ہیں جلتے ہوئے اور اسکی آگ میں پڑی گری ہوئی ہوگی اسی لیے قرآن کریم میں اسکی مثال دی ہے یعنے جو لوگ خدا اور اسکے لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے۔ زبان نکال کر ہانپتا پھرے گا۔ اور اسکی فطرت میں ہی آگ لگی ہوئی ہو۔ بس جو لوگ زمینی مقاصد پر متوجہ ہیں وہ بظاہر جسم انسانی تو رکھتے ہیں لیکن انسانی کمالات سے بے بہرہ ہیں۔ خدا تعالیٰ آدم ان لوگوں کا نام رکھا ہے جو چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر حالت میں آسمان کیطرف نظر لگائے رکھتے ہیں۔ خواہ بازار ہوں یا خلوت میں ہوں یا جلوت میں۔ قلب ذوق کیطرف یعنے خدا کی طرف لگا ہوا ہے کہ کھانے پینے سے کوئی شوق اور ذوق نہیں۔ کھانے پینے پر صرف اس لیے ہیں کہ خدا کا حکم ہے۔ خدا اون کے تعلقات کو خوب دیکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اسوقت ان دنیاوی چیزوں سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں اوسوقت ان پر الہام ہوتا کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اور یہی مومن کامل کی نشانی ہوتی ہے۔ گذشتہ کتابیں اور عقل میں یہ پایا جاتا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ غم نہیں ہوتا اور آئندہ کی تکالیف اور

مصائب کا کچھ غم نہیں ہوتا۔ دیکھو جسطرح کوئی شخص کسی وسیع کشادہ دل شخص سے دل لگا کر خوش ہوتا ہے۔ پھر اگر خدا سے دل لگا وے اور اس کے دل میں وسعت اور کشائش نہیں آئی تو اس نے خدا کو کیا سمجھا۔ آگے پھر۔

کیا حوا کی توبہ قبول ہوئی تھی

میں نے ایک دفعہ حضرت حکیم الامت سے بذریعہ خط مندرجہ ذیل دو سوال کئے تھے

سوال (۱) قرآن کریم میں آدم و حوا علیہما السلام کی لغزش کا ذکر ہے۔۔۔ آدم علیہ السلام کی قبول توبہ کا حوالہ مذکور ہے چنانچہ فرمایا فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم یعنے خداوند تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر رجوع برحمت کیا کیونکہ وہ رجوع برحمت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔ اسمیں علیہ ضمیر واحد ہے جو صرف آدم علیہ السلام کیطرف راجع ہے حوا علیہا السلام کی قبول توبہ کا ذکر نہیں۔ کیا حوا علیہا السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی یا نہیں۔

سوال (۲) دنیا میں اگر کسی عورت کے بتدریج کئی شوہر ہوگئے ہوں مثلاً ایک شوہر کرے تو وہ مرجاوے پھر دوسرے سے نکاح کرے وہ بھی مرجاوے پھر تیسرے سے نکاح کرے وہ بھی مرجاوے علیٰ ہذا القیاس اب سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا جنت میں کس خاوند کے ساتھ ازدواج وابستہ ہوگا۔ والسلام۔

راقم محمد فضل از مقام گوندل تحصیل [illegible] اپریل [illegible]

جواب از جانب حکیم الامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قرآن کریم میں یہ طرز ہے کہ گو سے پہلے جانب کا ذکر فرما کر دوسرے سے اعراض فرماتا ہے تاکہ اسکو اسکی اولاد سے کام لیں۔

پس جناب حوا کا ذکر اسلئے ترک فرمایا ہے۔

جنت میں ازدواج ہوگا اور حسب استعداد و مناسبت دنیوی بی بیوں سے مرد کو بالکل علی العموم دنیوی بی بیاں وہاں اپنے شوہروں کو ملیں گی۔ دیکھو قرآن کریم میں صاف لکھا ہے کہ امراۃ لوط اور امراۃ نوح کا کیا حال۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ جنتی مردوں کو انکی استعداد اور روحانی مناسبت کے لحاظ سے جو بی بی مناسب ہوگی ملیگی پس پہلے شوہر ہو دوسرے تیسرے چوتھے خاوند کا شبہ ہوگا کیونکہ اگر ایک عورت نے چند خاوند دنیا میں کئے تھے اسکی مناسبت تامہ کسی ایک سے ہوگی اور وہی بی بی اپنے روحانی مناسبت والے خاوند کی بی بی اور وہی روحانی مناسبت والا اسکا خاوند ہوگا۔ والسلام

نورالدین از قادیان۔ ۲۰ اپریل [illegible]

جواب دلچسپ سوال

سائل کہتا ہے مندرجہ ذیل آیات میں ان جنوں کا ذکر ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔ وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشہبا۔ وانا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا۔ **ترجمہ**۔ ۱ انسانوں کے مرد جنوں کے پناہ ڈھونڈتے تھے۔ ۲ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسکو سخت چوکیداروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ ۳ ہم آسمانی بات سننے کے مقاموں میں بات سننے کیلئے جا بیٹھا کرتے تھے مگر اب جو کوئی بات سننی چاہے وہ اسکے چوکیدار پاتا ہے۔

معروض ہے تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ہشتم صفحہ ۳۲۰ میں آیت اول الذکر کے ماتحت لکھا ہے

قال جمھور المفسرون ان الرجل فی الجاھلیۃ اذا سافر فامسی فی قفر من الارض قال اعوذ بسید ھذا الوادی او بعزیز ھذا المکان من شر سفہاء قومہ فیبیت فی جوار منہم حتی یصبح۔

ترجمہ۔ سارے مفسروں کی رائے ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب کوئی شخص کسی طرف سفر کرتا اور راستہ میں اوسے کسی وادی یا وہ میں رات آجاتی تو ایسی جگہ میں ڈیرہ جما دیتا اور پکار کر کہتا کہ میں اس وادی یا اس مکان کے سردار وعزیز کی پناہ میں آگیا ہوں اوسکی جاہل قوم کی شرارت سے پس وہ اون کی پڑوس میں صبح تک آرام رات گذارتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ طریق پہلے ہی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اب بھی ترکستان و سرحد افغانستان وغیرہ اکثر پہاڑی بلاد و علاقہ جات میں یہی طریق ہے کہ جب کوئی مسافر آدمی کسی گاؤں و قصبہ میں اترتا اور شب باشی کرنا چاہتا ہے تو وہاں کے سردار و سرگروہ کی حمایت و پناہ میں رات گذارتا ہے تاکہ کوئی اسکو گزند نہ پہنچائے اور اس کا مال و اسباب و زاد نہ چھین لے۔

صدہا لوگ اس بات کا بذات خود تجربہ کرچکے ہیں کہ سرحد پنجاب کے علاقہ سے پرے اور جہلم سے لیکر ملا نجم الدین ملا اڈا کے وطن تک اور وہاں سے جنوب مغرب کی جانب تیراہ اور بلاد افریدی و وزیرستان کے وادیات میں۔ اور دیگر کوہستان کے درمیانی قصبات و دیہات میں ایسے مسافر جنکے پاس کچھ مال و اسباب ہو سردار و سرگروہ کی حمایت و پناہ کے سوا بمشکل رات گذار سکتے ہیں بلکہ بعض علاقوں میں مسافر دو چار روز شب میں بھی بجز کثیر قافلے کے سفر نہیں کرسکتے اور بیرقافلہ کی بجز گارڈ کے سفر نہیں کرسکتا۔ دیکھو ہر ہفتہ میں انڈیا سے جو قافلہ افغانستان کو جاتا ہے اوس کے ساتھ گورنمنٹ ہند و امیر کابل کی جانب سے بدرقہ و گارڈ ہوتی ہے ایسا ہی مکہ و مدینہ کے درمیان اور حرم کے بعض دیگر مقامات میں جو قافلے سفر کرتے ہیں وہ بحکم سلطان روم درمیانی علاقہ کے سردار و رؤسا کی حفاظت کے ذمہ و پناہ میں سفر کرتے ہیں پس حاصل مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں مسافروں کیلئے پہاڑی رؤسا و امراء کی پناہ و حمایت کا ذکر ہے۔

آیت (۲) تفسیر کبیر صفحہ ۳۳۱ جلد ہشتم میں لکھا ہے اللمس المس فاستعیر للطلب لان الماس طالب متعرف یقال لمسہ والتمسہ۔ **ترجمہ** یعنے لمس اور مس استعارۃ طلب اور ڈھونڈنے کو کہتے ہیں اور ماس طالب کو کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں لمسہ والتمسہ یعنے اوس کو ڈھونڈا۔ یہ قول حکایۃ خداوند تعالے نے منجمین کیطرف سے بیان فرمایا ہے پس یعنے یہ ہوگا کہ ہم نے ڈھونڈا آسمان کو اوس کو پایا پر احافظ یعنے موانع شدیدہ اور شہب یعنے [illegible] جنسے ہم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتے۔

زمانہ جاہلیت میں ستارے ٹوٹنے سے شگون لیتے تھے اور بدفالی و ناکامی اور وبال کے علامت سمجھتے تھے اوس بنا پر خداوند تعالیٰ نے نجومیوں کی بدفالی و ناکامی و وبال کا حال فاتبعہ شہاب مبین وغیرہ کے استعارے میں بیان فرمایا ہے منجمین کی ناکامی و وبال کا حال فاتبعہ شہاب ثاقب کے پیرایہ نہایت فصاحت سے بیان فرمایا گیا ہے گویا فاتبعھم الشرور والخسران والحرمان فیما املوہ کے مقام میں آیا ہے رجوما للشیاطین۔ رجوما کے معنے ظن اسکے ہیں۔ شیاطین سے مرادان شیاطین کا اٹکل الغیب اٹکل بچو بات کہنے کو ادہر ان کے شیاطینوں کیلئے بنایا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو نجوم سے احکام بتلاتے ہیں ستارے [illegible] مفسرین اس مقام پر متفق ہیں کہ شیاطین سے مراد شیاطین الانس ہیں جو کہتے تھے کہ ہمکو آسمانی خبریں ملتی ہیں اور ستاروں کے حساب سے انکو سعد و نحس شمار کر کے پیشگوئیاں کرتے تھے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے وجعلناھا رجوما للشیاطین ای جعلناھا ظنونا ورجوما الغیب لشیاطین الانس وھم الاحکامیون من المنجمین۔

صفحہ ۳۲۰ یعنے یہ ہوئے کہ ہم نے آسمان کے برجوں و ستاروں کو شیاطین الانس سے محفوظ کیا ہے اور وہ ان سے کوئی بھی صحیح پیشگوئی حاصل نہیں کرسکتے۔ لوگوں کا اعتقاد تھا کہ منجمین آسمانی باتیں سن لیتے ہیں یعنے آسمان اور ستاروں کے ذریعہ انکی پیشگوئیاں درست ہوتی ہیں خداوند تعالیٰ نے سورہ صافات میں اون کے اس خیال کی نفی فرمائی۔ لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب۔

ترجمہ یعنے نہیں سن سکتے ملاء اعلیٰ کی باتکو اور ڈالا جاتا ہے اوپر شہاب [illegible] اوچک لیا [illegible] پیچھے پڑتا ہے شہاب روشن۔ اور مقام میں لکھا ہے۔ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین یعنے ہم نے محفوظ کیا آسمان کو ہر ایک رجیم شیطان سے مگر جو چرالے سننے کو پیچھے پڑتا ہے اسکے شعلہ شہاب روشن اس آیت کے مطلب میں اور سورہ صافات کے مطلب میں کچھ فرق نہیں سورہ صافات میں خطف الخطفۃ ہے۔......

اوچک لینا فرمایا اور یہ نہیں بتایا کہ کیا اوچکا یعنے اگر منجمین بحساب نجوم کسی فرد یا سلطنت یا آئندہ زمانے متعلق کوئی پیشگوئی کربھی بیٹھتے ہیں تو اسکا نتیجہ برعکس دیکھکر خسران و حرمان کا شہاب اون کے پیچھے پڑتا ہے منجمین زمانہ سابق اور حال کی پیشگوئیاں ستاروں کی حرکت اور ہبوط و عروج اور منازل و بروج اور کواکب کے سعد و نحس ہونے سے احکام کا بتا دینا یہ سب غلط اور جھوٹے ہوتی ہیں مگر بعض صحیح ہوتی ہیں مثلاً کسوف و خسوف کی پیشگوئی یا کواکب کے اقتران اور ہبوط و عروج کی پیشگوئی اسی امر کو جو درحقیقت ایک حسابی امر مطابق علم ہیئت کے ہے خداوند تعالیٰ نے دو جگہ ایک جگہ لفظ استراق السمع اور دوسری جگہ خطف الخطفۃ سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکے ساتھ فاتبعہ شہاب ثاقب سے اس سے زیادہ منجمین کی پیشگوئی کو معدوم کردیا ہے دنیا میں اب بھی منجم موجود ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں مگر امور ربانی و رسول یزدانی حضرت مسیح موعود کی الہی پیشگوئیوں نے سب کو خاک میں ملا دیا ہے کیونکہ بموجب آیت فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یعنی خداتعالیٰ کسی انسان کو اپنے برگزیدہ رسول کے سوا اپنے بھید پر مطلع نہیں کرتا۔ صرف امور من اللہ کی پیشگوئیاں صحیح ہوتی ہیں آجکل کا نجومی و کاہن و ملہم حضرت مسیح موعود کے بالمقابل پیشگوئی نہیں کرسکتا اگر کوئی منجم آنحضرت کے بالمقابل کھڑا بھی ہو تو فاتبعہ شہاب ثاقب ناکامی و حرمان کا شعلہ اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ منجمین کا خسوف و کسوف یعنے چاند گرہن و سورج گرہن اور دیگر ستاروں کی عروج و نزول کی پیشگوئیاں کرنا اور ان کا صحیح ہونا۔ یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی انجنیئر کنارہ [illegible] دیکھے لائن پر جو ریل چلتی ہے اور جسکی [illegible] منٹ مقرر ہے وہ فلاں فلاں جگہ فلاں وقت گذریگی یہ اوسکے حساب کا حساب ہے پیشگوئی کیا ہوئی۔ الہی پیشگوئی وہ چیز ہے جسمیں انسانی علم و حساب و حواس کا ہرگز دخل نہ ہوسکے اور فوق از طاقت انسانی ہو مثلاً یہ کہ کسی کے گھر میں اتنے سال کے بعد بیٹا پیدا ہوگا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے چاروں بیٹوں کے بارے میں جو پیشگوئیاں کی تہیں ظہور میں آگئیں۔......

یا یہ کہ اتنے سال کے اندر فلاں شخص مرجائیگا جیسا کہ لیکھرام پشاوری و آتھم اور دیانند سرسی کے بارے میں حضرت اقدس نے پیشگوئیاں کی تہیں اور ظہور میں آگئیں یا یہ کہ اتنے سال تک فلاں شخص زندہ رہیگا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے قریباً بیس سال سے اپنی عمر کے بارے میں اسی سال کی پیشگوئی کی ہے باوجود کثرت ضعف و بیماری کے خداوند تعالیٰ اس پیشگوئی کو ظہور میں لارہا ہے اور اب حضرت کی عمر ۷۵

اوائل علومیہ و حکمت عربیہ

بقیہ مضمون گذشتہ

و اسد اہل اسلام ایک ہی قوم تھے جسنے علوم و صنائع دریافت حقائق و اسرار پر نظر ڈالی ہو۔ اس قوم کی شان سے یہ نہیں ہے کہ قدمائے علوم کی طرف مستند ہو یا عناصر و طبیعت پرست لوگوں کی طرف منسوب ہو قریب قریب ہر شخص پر یہ امر واضح ہے کہ قوم عرب ایک قوم جاہل تھی سوا شعر گوئی اور خطبہ خوانی خط و کتابت سے بالکل ناواقف تھی اور تحصیل علوم و معارف و تعلم و صنائع سے بے بہرہ تھی کیونکہ یہ معلوم ہے کہ صحرائیت ان لوگوں کے خمیر میں ہوگئی ہے اور شائستگی سے یہ قوم بمراحل دور ہے جس سے صنائع وغیرہ کو ترقی ہوتی ہے بلکہ یہ ایک وحشی قوم ہے اور اس قوم میں تمام وہ اسباب موجود ہیں جن سے جہالت اور وحشت خمیر میں آجاتی ہے۔ صحرائیت انہیں ہزارہا سال سے راسخ ہو چکی تھی۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ کل زمین پر شہر بہت کم آباد ہیں اسی سے صنعتوں کی بہی قلت ہوگئی ہے سوا یمن باقی اور حمیر کی باعث ہے اور یہی دونوں بڑی بضاعت ان لوگوں کی ہے جو قومیں مثل عاد و ثمود و عمالقہ و حمیر و قوم تبع و اذواء یمن وغیرہ کے فنا ہو گئی ہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں اسلئے کہ یہ قومیں اگرچہ اعلےٰ درجہ شائستگی ہو فن انسانی و فضول خرچی پر پہونچ گئی تہیں اور زمانہ انکی سلطنت و شائستگی کا بہت دراز رہا ہے۔ دستکاری انکی سنگتراشی ہے۔ صنعتیں انکی داخری ہیں اس کے اصول و قواعد انمیں بہت راسخ ہے ہیں تاہم یہ لوگ اہل فارس کیطرح کبھی علم و حکمت و نظر و معرفت کیلئے مشہور نہیں رہے۔ یہ قومیں اور دیگر سلطنتیں اگرچہ قدامت کی تہ میں فنا ہو گئیں مگر صنعتیں انکی برائی نہیں ہوئیں۔ یہ جو کچھ تہا وہ یمن و بحرین و عمان و جزیرہ وغیرہ میں ہوا لیکن اعراب حجاز و بطحا و دیگر عرب خالص لوگوں کو کبھی ملک و سلطنت کا اتفاق نہیں ہوا چند قبیلوں کی سرداری کے سوا جو باہم دن رات علانیہ اور پوشیدہ طور سے لڑا بھڑا کرتے تھے۔ یہی لوگ دور قرین خلق خدا میں علم و صنعت سے تھے۔ کیا امید کیجا سکتی ہے اس گروہ جاہل سے جو لکھنا تک نہیں جانتی تہی اور نقش و کتابت سے ناواقف تھی۔ سلطنت آل تبع میں خط انتہائی درجہ خوبی و درستی و استحکام پر آگیا تہا۔ سبب یہ تہا کہ یہ سلطنت ... شائستگی و عیش و آرام پسندی پر پہنچ گئی تہی۔ اس خط کو خط حمیری کہتے تھے۔ اس سلطنت کے بعد یہ خط ملک حیرہ منتقل ہوا جہاں کہ آل منذر ہیں سے جنہوں آل تبع کی ... حکمران تھے۔

انہوں نے از سر نو ملک عراق میں سلطنت عرب قایم کرائی تہی۔ لیکن ان لوگوں کی تحریر مثل آل تبع کے اس حد تک خوشنمائی و کمال پر نہ تہی کیونکہ یہ سلطنت بہ نسبت اس سلطنت کے شائستگی اور عیش پسندی میں کم مرتبہ تہی اور شوکت و ثروت بہی اسکی ویسی نہ تہی اس کے بعد یہ خط حیرہ سے منتقل ہوکر اہل طائف و قریش میں آیا چنانچہ مشہور ہے کہ سفیان بن امیہ نے لکہنا اہل حیرہ سے ...... سیکہا تہا بعض کہتے ہیں کہ حرب بن امیہ نے اسلم بن سدرہ سے سیکہا تہا۔ بعض کی رائے ہے کہ ان لوگوں نے تحریر اہل عراق کے باشندگان ایاد سے سیکہی تہی مگر اس رائے کو ابن خلدون پسند نہیں کرتے۔ اس گمان سے کہ بنی ایاد اگرچہ ملک عراق میں آکر رہ پڑے تھے مگر تاہم انکی صحرائیت بحال رہی۔ اور تحریر شائستگی کی صنعتوں سے ہے ان کا قول ہے کہ یہی زیادہ تر لائق قبول ہے کہ اہل حجاز نے خط و کتابت اہل حیرہ سے سیکہی اور اہل حیرہ نے قوم تبع سے اور قوم حمیر سے کہتے ہیں کہ قوم حمیر کا ایک خاص خط تہا جسکے حروف بالکل علیحدہ ہوتے تھے اور کوئی شخص بغیر ان کے اذن حاصل کئے اسے سیکہ نہ سکتا تہا۔ اور اس کو قلم مسند کہتے تھے۔ حمیر سے مضر نے خط عربی سیکہا۔ مگر یہ لوگ چونکہ صحرائیت ان کے خمیر میں تہی اس لئے عمدہ طور پر نہیں لکھ سکتے تھے چونکہ بہ نسبت اہل یمن و اہل عراق و اہل شام کے شائستگی سے یہ دور تھے پس خط عربی صدر اسلام میں پوری طور پر درست و مستحکم نہ ہوا تہا بلکہ اوسط درجہ پر بہی نہ پہنچا تہا کیونکہ قوم عرب کی صحرائیت اور وحشت مزاجی معلوم ہے اور یہ قوم صنائع سے بہت دور واقع ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ رسم الخط قرآن شریف کا جو کہ صحابہ کا صدر اسلام میں بنایا ہوا ہے اور انکی تحریر بہی اور بالکل خام تہی اس وجہ سے اس زمانہ کے طرز تحریر سے بلحاظ خوبی و متانت نہایت مختلف ہے خط عربی رفتہ رفتہ حسن و خوبی و متانت میں ترقی کرتا گیا جوں جوں سلطنت عرب کو ترقی ہوتی گئی اور قوم عرب مختلف شہروں میں پہیلتی گئی یہاں تک کہ خط کوفی پیدا ہوا جس کے موجد جناب مشہور امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں جس وقت کہ لوگ بصرہ اور کوفہ میں رہ پڑے تھے اس کے بعد یہ خط حسن و خوبی میں ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ بنی عباس نے بغداد کی بنیاد ڈالی اس وقت خطوط عربی اول درجہ کی ترقی پر پہنچ گئے کیونکہ بغداد کی آبادی بعید تر ہو گئی تہی اور دار الاسلام و مرکز دولت عربیہ ہو گیا تہا۔ جبکہ حال قوم عرب کا صرف تحریر و خط کے بارہ میں تہا کہ جو کوئی نظری یا عقلی صنعت نہیں بلکہ تمدنی اندیشہ وری کی صنعتوں سے متعلق ہے اور جسقدر تعلیم و شائستگی اور آبادی بڑہتی جاتی ہے اسیقدر یہ صنعت قوت سے فعلیت میں آتی جاتی ہے تو پہر ان لوگوں کے مراتب ترقی علمی اور فلسفے کا کیا ذکر اور ... کمالات عقلی و مسائل علمی کے استخراج۔ فلسفی نظر ... رصدی آلات۔ زایچوں۔ تقاویم۔ ستاروں کے سالانہ ماہانہ گردشوں کے حساب لگانے اور دیگر

مباحثات علم ہیئت کا کیا ذکر۔ خلاصہ یہ کہ قوم عرب اس زمانہ میں انتہائی مرتبہ صحرائیت میں ڈوبی ہوئی تہی۔ وحشت اسکے خمیر میں گہس گئی تہی۔ شائستگی اور تمدن سے بمراحل دور تھی اور عیش پسندی سے جو باعث وضع علوم و ایجاد صنائع و حرفت وغیرہ ہوا کرتی ہے اس سے بہت دور تھی۔ اس سبب سے یہ زمانہ قوم عرب کا زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے اور یہ قوم امی مشہور ہے ہاں صرف معدودے چند شخص یہود و نصاریٰ و مجوس سے ایام حج میں بغرض تجارت یہاں آجایا کرتے تھے اور مکہ معظمہ میں اپنا مال تجارتی بیچ کر اور جو کچہ منفعت ہونیوالی ہوتی تہی وہ لیکر اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو جایا کرتے تھے بلکہ وہ بہی یہ لوگ خود بہی شرک و بت پرستی کیلئے مثل عبادت صلیب و لقا ... و حضرت عیسیٰ و حضرت مریم و حضرات حواریین و حضرت عزیر اور ملائکہ وغیرہم صلوات اللہ علیہم کیلئے مشہور تھے تو ان سے کیا امید ہو سکتی تہی کہ قوم عرب کو توحید خالص کیطرف ہدایت کرتے اور نظر عقلی کے راہ بتاتے کیونکہ ان کے مذہب کی صورت خود دگرگوں ہو چکی تہی اور عقل سلیم کو ان کے دین و ملت کا منظر نہایت کریہ نظر آتا تہا یہ حال اس زمانہ کا تہا۔ کسی قدیم سیرت یا تاریخ کی گروہ قوموں کی کسی پرانی کتاب میں مثلاً روم و یونان وغیرہ قوموں کے جنہوں نے عرب کا جغرافیہ اور تاریخ لکھی ہے جو صدر اسلام سے پانچسو برس پیشتر بلکہ اس سے زائد تصنیف کی تہیں اور انمیں سے اکثر جو یونانی ہے انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہیں وہ میں دیکھ چکا ہوں انمیں سے کسی کتاب میں نہیں پتہ ملتا کہ قوم عرب کے واسطے کبہی کوئی ایسا زمانہ آیا ہو جو پہلے سے اس قوم کیلئے بہی کوئی کالج دار العلم اور یونیورسٹی وغیرہ لایا ہو اور ان میں فلسفیات و انظار عقلی میں کبہی کتابیں تصنیف ہوئی ہوں۔ ہاں صرف سکندر یونانی کی یہ تجویز ہوئی تہی کہ عرب کو مرکز تجارت خارجیہ و داخلیہ قرار دیکے کہ دور دست قومیں یہاں آکر تجارت کریں مگر مقدر نے اوسکی اس بارہ میں موافقت و مساعدت کی اور شہر بابل میں اجل اسکی دامنگیر ہو گئی اس سے اس کا مقصد قوت سے فعلیت میں نہ آسکا۔ البتہ کچھ لوگ اس قوم میں پرانے زمانہ میں ایسے تھے جنہوں نے دقیق نظروں سے اور ملت ابراہیمی کی ... پر عمل کرنے سے جو انکی ملت پر باقی رہ گئے تھے اسی تکمیل کرتے تھے کہ دین حق کا پہیلانا اور اسکی دعوت کا منتشر کرنا ان کا کام نہ تہا۔ ورنہ عرب کا یہ حال تہا کہ انمیں ایک بڑا گروہ تو بت پرستی پر جہکا ہوا تہا۔ اور ایک دوسرا گروہ حشر و بعث بعد الموت کا منکر تہا اور تیسرا گروہ خود اپنا دکا انکار وجود صانع عالم پر ڈہلا ہوا تہا یہ سب باتیں مزید نہیں انکی فطری وحشت و طبیعی عناوت و بلادت ہے اور تمدن طبیعی سے بمراحل دوری یہ حال یہ تہا کہ انکی بسر ہم خانہ جنگی قوم و قبیلوں کی لوٹ مار بیگناہ خون بہانے اور مال لوٹ لینے پر تہی۔ (البیان) (باقی آئندہ)

ایک تقریر کا خلاصہ

مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء

ایک شخص کیطرف سے رقعہ پیش کیا گیا کہ یہ مولوی صاحب ہیں اور ان کا لڑکا فوت ہو گیا ہے انکو مسئلہ باری پر شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ انکی اصلاح کی تدبیر دریافت کرتے ہیں فرمایا۔ ان کی بیقراری کو اللہ تعالیٰ دور کرے۔ دیکھو اگر کسی شخص کے سامنے دو بچے ہوں ایک تو کسی اجنبی کا ہو اور دوسرا اوس کا اپنا پیارا تو کیا وہ اوس اجنبی بچہ کیخاطر اپنے بچے کی محبت چہوڑ دیگا۔ نہیں۔ بلکہ ہرگز نہیں۔ پس جب انسان مسلمان کہلاتا ہے۔ جس کے معنے ہیں بالکل خدا کا ہو جانا اور کسی حالت میں اوس سے بیوفائی نہ کرنا۔ پھر اولاد کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ فاحذروھم۔ کہ مال اور اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اگر زندہ رہے تو ممکن ہے کہ نالائق ہو کر مرتد ہو جاوے۔ بدکار ہو۔ چور یا ڈاکو بن جاوے۔ مر جاوے تو پھر ایسے ابتلا آجاتے ہیں۔ پس ہر حالت میں موجب فتنہ اور ابتلا ہوتی ہے مگر جب مومن کو خدا سے تعلق ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا کہ اگر یہ بچہ مر گیا ہے تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا دیکھو آنحضرت کے ۱۲ بچے فوت ہوئے۔ ایمان تو وہ ہوتا ہے جس میں تفرقہ نہ ہو اور ایسے ایمان والا خدا کو بہت محبوب ہوتا ہے۔ ہاں اگر بچہ خدا سے زیادہ محبوب ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا شخص خدا پر ایمان کا دعوے کر سکے اور وہ کیوں ایسا دعوے کرتا ہے۔ ہم نہیں جان سکتے کہ ہماری اولاد میں کیسی ہونگی۔ صالح ہونگی یا بد معاش اور نہ ان کے ہم پر کوئی احسان ہیں اور خدا کے تو ہم پر لاکھوں لاکھ احسان ہیں۔ پس سخت ظلم ہے وہ شخص کہ اوس خدا سے تعلق توڑ کر اولاد کیطرف تعلق لگاتا ہے ہاں خدا کے حقوق کے ساتھ مخلوق کے حقوق کا بہی خیال رکھو۔ اگر خدا پر تمہارا کامل ایمان ہو تو پھر تو تمہارا یہ مذہب ہونا چاہیئے کہ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔ اور اس ایمان والے کے شیطان قریب بہی نہیں آتا۔ وہ بہی تو وہاں ہی آجاتا ہے جہاں اسکو تہوڑی سی بہی گنجایش ملجاتی ہے۔ جب خدا کو مقدم رکہا جائے تو برکات کا نزول ہوتا ہے۔ ہر کسی دوست سے اگر تم اونے باتوں میں بد عہدی اور جہوٹ اور عہد شکنی کام لو تو وہ تمہیں کبہی عزیز نہیں رکہیگا۔ پہر وہ تو رب العلمین اور احکم الحاکمین اور رب العزت ہے۔

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ یعنے کبہی خوف سے اور اولاد سے۔ اور یہ خدا کیطرف سے ابتلا ہوتے ہیں اور یہی انسان کا امتحان ہوتا ہے۔ ہاں یہ باتیں اور کامل ایمان حاصل ہوتا ہے تو پہر استغفار سے اسکی کثرت کرو۔ اور ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین پڑہا کرو۔ اور اسکی کثرت کرو۔ خدا تعالیٰ نعم البدل عطا کریگا۔ خدا کا دامن نہ چہوڑنیوالا گنہگار ہو کر بہی بخشا جاتا ہے۔ ہاں تعلق توڑنا بری بات ہو اور یہ زہر قاتل ہے۔ پس تم استغفار کرو اور نمازوں میں دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالےٰ تمہارا پروردگار ہو۔ والسلام۔

اسلام اور تمدن و ترقی

مخالفین اسلام نے اکثر کہا ہے کہ اسلام صرف وحشی قوموں کو ایک حد تک شائستہ اور مہذب بنا سکتا ہے لیکن اعلیٰ درجہ کے تمدن کے موافق نہیں اور اس وجہ سے وہ اعلیٰ درجہ کا تمدن نہیں پیدا کر سکتا۔*

اس مسئلہ کے طے کرنے کا آسان اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ تمدن و ترقی کے بڑے بڑے اصول کیا ہیں، اور وہ اسلام میں پائے جاتے ہیں یا نہیں؟

تمدن کے عمدہ اصول حسب ذیل عنوان میں محدود کئے جا سکتے ہیں اور دنیا میں جب کبھی کسی قوم نے تمدن میں ترقی کی ہوگی، یا آیندہ کرے گی تو انہی اصول پر کی ہوگی اور کرے گی، یورپ انہی اصول پر عمل کرنے سے آج تمدن کے انتہائی زینے تک پہنچ گیا ہے۔

(۱) انسان کی تمام ترقیوں کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوقات ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہے وہ اسی لئے ہے کہ انسان اس سے تمتع اٹھائے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے اس اصول کی تعلیم کی

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا

ہم نے انسان کی بناوٹ بہتر سے بہتر بنائی۔ اور آسمان و زمین کی چیزوں کو تمہارا مسخر کیا۔

(۲) انسان کی تمام ترقیوں کی بنا یہ ہے کہ اس کو یہ یقین ہو کہ اس کے خیر و شر، ترقی اور تنزل، عروج اور زوال کا مدار، تمام تر اسکی سعی اور کوشش پر ہے اور دنیا اور دین کی تمام کامیابیاں محض اسکی کوششوں پر موقوف ہیں قرآن مجید نے اس اصول کو نہایت توضیح اور تاکید کے ساتھ بیان کیا۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت (البقرہ)

انسان کیلئے اتنا ہی ہے جتنی اسکی کوشش ہے انسان کے نفس کو جو فائدہ پہونچتا ہے اسکی کمائی کی بدولت، اور جو نقصان پہونچتا ہے اسی کے کرتوت کی بدولت۔

ولا تکسب کل نفس الا علیہا (انعام)

اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔

اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انیٰ ھذا قل ھو من عند انفسکم۔ (آل عمران)

کیا جب ایسا ہوگا کہ تم کو کوئی مصیبت پڑے حالانکہ اس کے دو چند تم پہلے پڑ چکی ہے تو تم کہو گے کہ مصیبت کہاں سے آئی، اے محمد کہدے کہ یہ تمہاری ہی ذات کیوجہ سے ہے۔

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم (انفال)

یہ اس لئے کہ خدا جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو پھر اس کو بدلتا نہیں جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (روم)

لوگوں کے کرتوت کی بدولت تمام خشکی و تری میں فساد پھیل گیا

ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (حمعسق)

تم پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو خود تمہارے کرتوت کی بدولت۔

اسلام خاص مضمون پر اس قدر زور دیا کہ قرآن مجید میں جا بجا تصریح ہے کہ بندہ جب ایک کام کرتا ہے تو خدا بھی اسی کے موافق کرتا ہے۔

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت یہدیہم ربہم بایمانہم (یونس)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے خدا ان کو ان کے ایمان کیوجہ سے ہدایت کرتا ہے۔

ان الذین لا یؤمنون بایٰت اللہ لا یہدیہم اللہ ۔ والذین جاھدوا فینا لنہدینہم سبلنا (عنکبوت)

جو لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے، خدا ان کو ہدایت نہیں کرتا اور جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھاتے ہیں۔

یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم (احزاب)

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور ٹھیک بات بولو، تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کر دے گا۔

یا ایہا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد) ۔ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم (صف) ۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم (رعد)

مسلمانو! اگر تم خدا کی مدد کروگے تو خدا بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھیگا۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو خدا نے بھی انکے دلوں کو کج کیا۔ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

ان آیتوں میں خدا نے اپنے کلام کو بندے کے کام کے متاخر کہا ہے فلما زاغوا الخ میں بیان کیا کہ جب ان لوگوں نے کجی کی تو خدا نے بھی ان کے دلوں کو کج کر دیا یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ الخ میں یہ کہا کہ مسلمانو! پرہیزگاری اختیار کرو، اور ٹھیک بات کہو تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کرے گا۔

اس موقع پر یہ بھی ظاہر کر نا ضرور ہے کہ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

وھو القاھر فوق عبادہ ۔ قل کل من عند اللہ۔

اور وہ اپنے بندوں پر بالا دست ہے کہدے کہ سب کچھ خدا ہی کیطرف سے ہے۔

عیسائی اکثر طعنہ دیتے ہیں کہ مسلمان جو کاہل اور پست ہمتی یا بیکار ہیں تو وہ اسی مسئلہ قضا و قدر کا اثر ہے اور اس لئے مسلمانوں کا تنزل خود ان کے مذہب کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس اعتراض کو اگرچہ بعض توکل پیشہ علماء اور صوفیہ نے اپنے طرز عمل سے قوی کر دیا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔

اس کا سرسری جواب تو یہ ہے کہ یہی قضا و قدر کا اعتقاد تھا جسکی بدولت صحابہ میں سے ایک ایک شخص ہزاروں آدمیوں کے دل میں گھس جاتا تھا اور سیکڑوں کو خاک میں ملا کر صحیح سلامت نکل آتا تھا، اگر آج اسی جوہر کو ہمارے علماء و صوفیہ اپنی شکستہ پائی اور کاہلی کیلئے استعمال کرتے ہیں تو اسمیں اسلام کا کیا قصور۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ بے شبہ اسلام نے انسان کو مختار کل قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی اس بات کی بھی احتیاط رکھی ہے کہ یہ اعتقاد اتحاد کی حد سے نہ مل جائے انسان کے مختار ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ خدا کوئی چیز نہیں، اس لئے انسان قادر مطلق ہے جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں کرتا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ خدا قادر مطلق ہے لیکن اوس نے انسان کو اپنے افعال کا مختار بنایا ہے اس لئے انسان جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسلام نے پہلے معنی کی نفی کی ہے اور اسی بنا پر قرآن میں آیا ہے کہ۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ

تم کسی بات کو نہ چاہو گے جب تک کہ خدا نہ چاہے۔

جس کا یہ مطلب ہے کہ تم کو جو مشیت اور ارادہ کی قوت دی گئی ہے یہ خدا نے ہی دی ہے۔ اگر خدا نہ چاہتا تو تم میں یہ قوت بھی نہ ہوتی۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ۔

قل کل من عند اللہ

یعنی جو کچھ دنیا میں ہے سب کی علت العلل خدا ہی کی ذات ہے۔

اس امر کا قطعی فیصلہ کہ اسلام نے اختیار کی تعلیم کی تھی یا جبر کی، اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے مرکز تھے انکو اسلام کی نسبت کیا تصور تھے، جو اسلام کی اصل سے واقف تھے، یعنی صحابہ انہوں نے کیا سمجھا، اور اخیر اسلام کی تلقین کا کیا اثر ہوا، تاریخ بداہۃً شاہد ہے کہ اسلام کی تعلیم نے ان کو اختیار، عزم، استقلال اور حوصلہ کا مجسم پیکر بنا دیا تھا۔

(۳) تمدن کی ترقی کا سب سے بڑا اصول مساوات کا اصول ہے، یعنی یہ کہ تمام انسانوں کے حقوق مساوی ہیں۔ فلاسفر کنڈرسیہ کا قول ہے کہ "حقوق انسانی کے سمجھنے کا پہلا دیباچہ مساوات ہے اور مساوات ہی تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے۔"

لیکن اسلام کے قبل تک یہ خیال کسی قوم اور کسی ملک میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تعزیرات کے متعلق مہذب سے مہذب قوموں کا طرز عمل یہ تھا کہ مجرموں کے رتبے اور درجے کے لحاظ سے سزائیں دیجاتی تھیں۔ لاروس اپنی انسائکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ "روم اسپارٹا میں ایک ہی جرم کی سزائیں مختلف ہوتی تھیں یعنی مجرم کی حیثیت اور درجے کے لحاظ سے سزا ہوتی تھی" اس کے بعد مصنف مذکور نے اس ناانصافی اور ظلم کی تفصیل کی ہے اور روم سے لیکر فرانس تک کے واقعات گنائے ہیں، اخیر میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۷۸۹ء کے ہنگامے نے یہ تمام امتیازات مٹا دیئے کیونکر انسانوں نے خود ان القاب و خطابات کو مٹا دیا جو لوگوں کی ذاتی عزت یا وراثت کے اعزاز کی بنا پر قائم تھے۔

فلاسفر ژنگ لکھتا ہے کہ "مساوات کی بنا دیکھ برس سے یورپ کی بعض قوموں میں پڑی ہے اور اب دوسرے حصوں میں بھی پھیلتی جاتی ہے؟"

فلاسفر مذکور مساوات کی ابتدا پچاس برس سے بتاتا ہے، لیکن اسلام میں بارہ سو برس پہلے یہ اصول قائم ہو چکا تھا قرآن مجید میں ہے۔

یا ایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے ٹھہرائے اس غرض سے کہ ایک دوسرے کو پہچانیں لیکن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔

یہ صرف الفاظ نہ تھے بلکہ اسلام کا نظام اسی اصول پر قائم ہوا، اور اسلام جب تک اسلام تھا اسی اصول پر قائم رہا۔ عرب میں قبائل کے مدارج مقرر تھے جو قبیلہ زیادہ شریف اور معزز تھا اس کا ایک آدمی دوسرے قبائل کے متعدد آدمیوں کے برابر مانا جاتا تھا، یعنی معزز قبیلہ کے ایک آدمی کے خون کے بدلہ میں، دوسرے قبائل کے کئی آدمی .... قتل کئے جاتے تھے، اسیطرح غلام کے عوض کسی حالت میں آقا قتل نہیں کیا جا سکتا تھا، اسلام نے اصول مساوات کی بنا پر یہ تفرقے بالکل مٹا دیئے قریش جنکو یہ غرور تھا کہ جنگ بدر میں انہوں نے انصار کے مقابلہ سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ انصار ہمارے ہمسر نہ تھے اوروں کی بھی ان سے کیا حقیقت تھی، وہ حبش اور ایران کے زرخرید غلاموں کے برابر کر دیئے گئے۔ ابوسفیان جو تمام قریش کا سردار رہ چکا تھا اور جس کو خود رسول اللہ صلعم کے حریف مقابل ہونے کا دعویٰ تھا جب اسلام لایا تو اسکو بلال و صہیب کا ہمرتبہ ہو کر رہنا پڑا حالانکہ بلال و صہیب دونوں عجمی زرخرید غلام تھے۔ جبلہ بن الایہم عرب کا مشہور بادشاہ تھا جب وہ اسلام لایا تو اس نے چاہا کہ ایک عامی آدمی کے مقابلہ میں اسکی عزت مرجح تسلیم کی جائے۔ لیکن عمر فاروق نے جو اسلام کی اصلی تصویر تھے گوارا نہ کیا، اور وہ اسی ضد پر مرتد ہو کر عیسائیوں سے جا ملا۔

حضرت عمر فاروق نے جب شام کا سفر کیا اور بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اون کا غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود ان کے ہاتھوں میں اونٹ کی باگ تھی، حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام لوگ خلیفہ اسلام کی جاہ و شوکت دیکھنے کیلئے گھروں سے نکل آئے تھے۔

اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں جنکا شمار نہیں کیا جا سکتا، مختصر عام کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا ظلم جو شروع ہوا وہ تنح عن الطریق (رستہ سے ذرا ہٹ جاؤ) کا کہنا تھا، یعنی اوائل اسلام میں بڑے سے بڑا آدمی، کسی معمولی آدمی کو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ذرا ہٹ جاؤ، اول جو ظلم شروع ہوا وہ اسی صدا کا استعمال کرنا تھا۔ باقی آیندہ

(شبلی)

* فٹ نوٹ شبلی صاحب کا یہ خیال ہماری رائے میں صحیح نہیں ہمارا مذہب لاجبر ولا اختیار ہے ہم نے اسپر ایک مختصر سا نوٹ صفحہ ۱۹ پر دیا ہے ایڈیٹر

سلسلہ از کتاب الکلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض علماء و سجادہ نشینوں کا انکار

جیسا کہ بخار والے انسان کو میٹھی چیز کا ذائقہ پھیکا اور کڑوا معلوم ہوتا ہے ایسا ہی خود بین و خود رائے اور متکبر انسان کو مرض خود بینی و کبر کے باعث جو اس کے دل پر حائل ہوتی ہے حق کی شیرینی کڑوی محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہ بات مسلم شدہ ہے کہ انسان کے اچھے اور برے خلق و خو میں اس کے اندر اپنا اثر جماتے اور اپنا رنگ ظاہر کرتے رہتے ہیں یعنے انسان کے ہر قول و فعل کے ساتھ انہی کا عمل ہی بطور نتیجہ مترتب ہوتا رہتا ہے۔ پس کبر و خود رائی جیسے مکروہ و قبیح خلق کا نتیجہ انسان کیلئے انحراف عن الحق و اصرار علے الباطل صادر ہوتا رہتا ہے چنانچہ خداوند تعالے قرآن کریم میں اس بات کی طرف اشارہ فرما کر انسان کو متنبہ فرماتا ہے سأصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذالک بانھم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنھا غافلین۔

ترجمہ۔ میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان کو جو بڑائی ڈھونڈتے ہیں ملک میں ناحق اور اگر دیکھیں راہ سیدھی تو اس پر نہیں چلتے اور اگر دیکھیں الٹی راہ تو اس کو سیدھی راہ سمجھ کر اس پر چلتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا ہے کہ انہوں نے ہمارے سچے نشانات کو جھٹلایا اور ان سے بے خبر رہے۔

چمگادڑ جو نور آفتاب کو نہ دیکھ سکے تو آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قصور چمگادڑ کی ہی طرف منسوب ہوگا۔

جیسا کہ اجسام بعض عوارض و خواص کو قبول کر لیتے ہیں ایسا ہی ارواح کا حال ہے جیسا کہ صحیح و تندرست انسان کو مقوی غذا و شیرین شربت خوش ہضم و خوشگوار ہوتے ہیں۔ ایسا ہی طالب حق منکسر المزاج سلیم القلب کے دل میں سچی بات اثر پذیر ہوتی ہے متکبر و خود رائے انسان روحانیت کے رو سے بیمار ہے ایک ہی غذا ہے جو تندرست کو مفید اور اچھی اور بیمار کو مضر و خراب معلوم ہوتی ہے۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین۔ روحانی بیمار کے دل میں بحالت کبر و خود بینی کوئی صداقت و سچائی داخل نہیں ہو سکتی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر۔ یعنے جس شخص کے دل میں رائی بھر کبر ہو وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا اور ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے کہ لا یدخل الایمان فی قلب من کان فیہ مثقال ذرۃ من کبر۔ یعنے جس دل میں ذرہ بھر بھی کبر ہو اس میں ایمان داخل نہیں ہوتا۔ یہ ترقی یوں متکبر آیت و حدیث تحقیق شدہ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام جو متصف باوصاف وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہیں اور با الہام والہام و وحی الٰہی دعویٰ کرتے ہیں کہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوں ان کے بالمقابل جو انسان خود رائے ہو اُس کے دل میں سچائی کس طرح داخل ہو سکتی ہو۔

کبر را بگذار حق روشن بہ بین
دیدہ حق بین بپوش از کبر کین

(محمد فضل خان اسسٹنٹ ایڈیٹر)

تعبیر الرویا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

رات کو میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں ایک زمین پر چلتا تھا کہ ایک چھوٹا سا سانپ رنگ میں سیاہی مائل کا سی جیسا سر اوس کا گردن سے قریب سے کھلا ہوا اور جیسا کہ جو سے کہا ہوا ہے۔ میرے جوتے سے ٹھوکر کھا کر سامنے گرا دیکھا تو مردہ اور خشک ہو گیا ہوا تھا پھر زمین کی طرف خیال کیا تو دیکھا کہ ارد گرد تمام زمین میں چوہوں نے زمین کھود کھود کر مٹی نکالی ہوئی ہے اور ان کے سوراخوں میں جو بکثرت میں سانپ اس طرح سے کہ ایک ایک سوراخ میں دو دو تین تین سانپ میں سر اپنے سوراخوں کے اندر ہیں اور باقی حصہ باہر نکلے جاتے مجھے نہیں مردے ہیں پھر میں نے ایک دو کو ہلایا تو ایک نے کچھ تھوڑی سی حرکت کی جس سے مجھے خیال ہوا کہ چوہوں نے ان کو پکڑ کر اپنے سوراخوں کو ڈیا ہوا ہے اور ان کو کھا رہے ہیں اور اندر لیجا رہے ہیں گے۔ فقط

خاکسار نواب علی شاہ احمدی کرناہ۔ علاقہ کشمیر

تاویل

سانپ اخلاق رذیلہ نفسانیہ ہیں جو راہی کے نفس سے زائل ہو رہے ہیں اخلاق متضادہ جو مشابہ چوہوں کے ہیں اخلاق رذیلہ کو کھا رہے یعنے زائل کر رہے ہیں اور ان کو قابو کر رکھا ہے خواب میں سانپ کی دو ہی طرح تعبیر آئی ہے (۱) کوئی خارجی دشمن (۲) انسان کا اندرونی دشمن نفس جو سارے جہان کے دشمنوں سے سخت ہے اس خواب میں سانپوں سے مراد نفسانیہ ہے اور شاخیں ہیں جو رو بزوال ہیں۔ اور رائی کا نفس اصلاح خوبی پر پہنچا ہے اگر خواب میں بہت سے سانپ یا ایک ہی سانپ کئی سروں والا دیکھا جاوے تو اس سے مراد اکثر اوقات انسان کو اپنے نفس کی حالت کیطرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

قصہ نفس از بہر ہی اے پسر
قصہ دوزخ بخوان با ہفت سر
نفس انسان او دلمے ہائل ہست
یک باز ہم بر وجودش ہائل ہست

(محمد فضل اسسٹنٹ ایڈیٹر)

الحکم عنداللہ

نبی بخش صاحب رام نگر ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میری نظر گزرا ہے میں اخبار پڑھ نہیں سکتا جس نام جو پرچہ آتا ہے وہ کسی اور کے نام عنداللہ جاری کیا جاوے۔

ہم صاحب موصوف کی رائے میں تھوڑی سی ترمیم کر کے ان کی علمی خیرات کو وسیع کرنے کیلئے اشارہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی دو صاحب اُن کی ارشاد ای روپیہ قیمت بھیجدیں تو ان کی اس رقم سے کمیوری کر دیجائیگی۔ اور اخبار ایک کی بجائے دو آدمیوں کو مل سکیگا۔

استفسار و جواب

زوجہ مفقود الخبر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۴ء کے الحکم میں مفقود الخبر کی زوجہ کی نسبت جو فتوے آپ نے تحریر فرمایا ہے اسکی زیادہ تشریح و توضیح مطلوب ہے یہ امر واضح نہیں کیا گیا کہ مفقود الخبر کی زوجہ کتنی مدت کے بعد دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے ایسا واقعہ میرے دہ میں خاصکر زیر بحث اور موجود ہے لہذا معروض ہے کہ عنداللہ بصراحت تمام بمعہ آیات قرآن و حدیث شریف وغیرہ جو کچھ معلومات ہوں الحکم کے ذریعہ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں والسلام بجملہ جماعت احمدیہ کو السلام علیکم۔

راقم عاجز ملک عادل شاہ و مدار شاہ احمدی از مقام ترنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور خریدار الحکم نمبر ...

السلام علیکم۔ نکاح زوجہ مفقود الخبر والے مضمون پر کسی آئندہ پرچہ الحکم میں روشنی ڈالیں ایک احمدی نے نکاح کرنا ہے اور قبل ازیں عورت کا خاوند ۱۸ سال سے گم ہے۔

راقم ضیاء الدین بکر چودھری سجاول خان۔ جگراؤن

جواب) گمنام شخص کی عورت چار سال انتظار کرے

واضح ہو کہ مفقود الخبر کی زوجہ کے متعلق جو فتویٰ نوے سال تک کے انتظار کرنیکا مشہور ہے وہ متاخرین میں سے کسی کی غلطی سے بعض کتب میں داخل ہو گیا جو سراسر قرآن کریم و احادیث نبویہ و علماء راشد صحابہ کرام و عقل و مشاہدہ و اقوال فقہا کے برخلاف ہے اور اسکی کوئی سند نہیں اسکے غلط ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس میں ایسی شرط رکھی گئی ہے جو بالعموم انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے شاذ و نادر ہی مرد و عورت نوے سال تک زندہ رہ سکتے ہیں مفقود الخبر کی زوجہ کا نوے سال تک انتظار کرنا مرنے تک اوس کو نکاح ثانی سے ممانعت بتائی گئی ہے اور یہ بات قرآن کریم و احادیث نبویہ و علماء راشد صحابہ کرام و فقہائے عظام کے برخلاف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسہ

ترجمہ۔ حاصل مطلب یعنے عورات کو جب تم طلاق دے چکو یا اون کے خاوند مر جاویں اور ان کی عدت کی میعاد گذر جاوے یا اون کے خاوند مفقود الخبر ہو جاویں جنکی زندگی کی خبر کئی سال سے نہ ہو تو عورت کو یا ان کے والیوں کو نکاح ثانی کی خواہش ہو تو مت روکو کیونکہ ایسے حال میں عورت کو نکاح سے روکنا عورات اور ان کے والیوں کے حق میں مضر ہے اور اگر تم اون کو نکاح سے روکو گے تو حد و والی سے تجاوز کرنے کے مستوجب ٹھہرو گے اور جس نے ایسا کام کیا اوس نے اپنا ہی برا کیا۔

بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ جلد سوم میں لکھا ہے

وقال الزھری فی الاسیر یعلم مکانہ لا تتزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ فاذا انقطع خبرہ فسنۃ سنۃ المفقود۔

ترجمہ۔ زہری فرماتے ہیں کہ جس قیدی کا مکان زندان معلوم ہو اوس کی عورت کسی سے نکاح نہ کرے اور اس کا مال تقسیم نہ کیا جاوے اور جب اوسکی خبر منقطع ہو جاوے تو وہ گم شدہ قرار دیا جاوے اور ایسے شخص یعنے گم شدہ کی زوجہ کچھ سال کا انتظار کرے۔

اعلام الموقعین جلد اول صفحہ ۱۴۷ میں حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قد ثبت عن عمر ابن خطاب انہ اجل امرأۃ المفقود اربع سنین وامرھا ان تتزوج فقدم المفقود بعد ذالک فخیرہ عمر بین امرأتہ وبین مھرھا۔ وقد قال بعض المتاخرین من اصحاب احمد ان مذھب عمر فی المفقود یخالف القیاس والقیاس ان زوجۃ القادم بکل حال الا ان نقول الفرقۃ تنفذ ظاھرا و باطنا فتکون زوجۃ الثانی بکل حال وغلا قول بعض المخالفین لعمر فی ذالک فقالوا لو حکم حاکم بقول عمر فی ذالک لنقض حکمہ لبعدہ عن القیاس وطائفۃ ثالثۃ اخذت ببعض قول عمر وترکوا بعضہ فقالوا اذا تزوجت ودخل بھا الثانی فھی زوجتہ ولا ترد الی الاول وان لم یدخل بھا ردت الی الاول۔ قال شیخنا

من خالف عمر لم يهتد الى ما اهتدى
اليه عمر ولم يكن له من الخبرة والقياس
الصحيح مثل خبرة عمر وهذا انما يتبين
باصل وهو وقف العقود اذ التصرف
الرجل في حق الغير بغير اذنه هل يقع
تصرفه مردوداً او موقوفاً على اجازته
على قولين مشهورين هما روايتان عن
احمد احدهما انه يقف على الاجازة
وهو مذهب حنيفة ومالك
رحمهما الله تعالى والثانية انه لا يقف
وهو اشهر قول الشافعي وهذا في النكاح
والبيع والاجارة وظاهر مذهب احمد
التفصيل وهو ان المتصرف اذا كان
معذوراً لعدم تمكنه من الاستئذان
وكان بحاجة الى التصرف وقف العقد
على الاجازة بلا نزاع عنده وان
امكنه الاستئذان او لم تكن حاجة
الى التصرف ففيه نزاع فالاول مثل
من عنده اموال لا يعرف اصحابها
كالغصوب والعواري ونحوها فاذا تعذر
عليه معرفة ارباب الاموال وئيس
فان مذهب ابي حنيفة ومالك
واحمد يتصدق بها عنهم فان ظهروا
بعد ذلك كانوا مخيرين بين الامضاء
والتضمين وهذا مما جاءت به السنة
في اللقطة فان الملتقط ياخذها بعد
التعريف ويتصرف فيها ثم ان جاء
صاحبها كان مخيرا بين امضاء تصرفه
وبين المطالبة فهو تصرف موقوف لما
تعذر الاستئذان ودعت الحاجة الى
التصرف. وكذلك الموصي بما زاد على
الثلث وصية موقوفة على الاجازة عند
الاكثرين وانما يجيزون بعد الموت
فالمفقود المنقطع خبره ان قيل
امراته تبقى الى ان يعلم خبره بقيت
لا ايما ولا ذات زوج الى ان تبلغ
من القواعد او تموت والشريعة
لا تاتي بمثل هذا فاذا اجلت اربع
سنين ولم يكشف خبره حكم بموته
ظاهراً فالصواب ما قضى به
امير المومنين عمر ابن خطاب وخلفاء
الراشدون رضي الله تعالى عنهم
في المفقود الخبر وزوجته قال شيخنا
وقد تاملت من هذا الباب ما شاء
الله فرأيت الصحابة افقه الامة
واعلمها +

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے گمنام کی عورت کی میعاد انتظار چار سال مقرر کی تھی اور عورت کو حکم فرمایا کہ چار سال کے بعد نکاح کر لے پھر اس کے بعد اوس کا گمنام خاوند آگیا تو حضرت عمر نے اوس کو اس کی عورت اور مہر کے درمیان اختیار دیا کہ یا عورت لے لو یا مہر اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ گمنام کے بارہ میں حضرت عمر کی رائے خلاف قیاس ہے۔ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وہ بہر حال پہلے خاوند کی عورت ہو مگر ہم (ابن قیم) کہتے ہیں کہ جدائی کا حکم ظاہر و باطن نافذ ہو سکتا ہے پھر جب عورت کی جدائی پہلے خاوند سے ہو چکی تو وہ بہر حال دوسرے کی عورت ہے۔ بعضوں نے حضرت عمرؓ کی اس امر میں سخت مخالفت کی اور کہا کہ اگر کوئی قاضی اس امر میں حضرت عمر کے قول پر حکم کرے تو وہ بعید از قیاس ہونے کے باعث قابل اعتبار نہیں۔ اور تیسرے گروہ نے حضرت عمر ابن خطاب کی کچھ بات پر عمل کیا اور کچھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جب دوسرے کے نکاح میں عورت آگئی اور وہ دخول کر چکے تو وہ دوسرے خاوند کی عورت رہی اور پہلے کو نہ دی جاوے اور اگر دوسرے نے دخول نہیں کیا تو پہلے خاوند کو دیجاوے۔

ہمارے شیخ (یعنے شیخ ابن تیمیہ) نے کہا ہے کہ جس نے حضرت عمر ابن خطاب کی اس رائے سے خلاف کیا اوس نے غلطی کی۔ اور صحیح بات کو نہ پایا۔ اور یہی واضح قیاس حضرت عمرؓ کی دانش و تمیز قیاس کیطرح نہیں ہے یہ بات قاعدہ ذیل سے واضح ہو سکتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے مال میں بغیر اس کے اذن کے تصرف کرے تو آیا اوس کا تصرف اسکی اجازت پر مردود و موقوف ہو سکتا ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں امام احمد حنبل سے مشہور و معروف ہیں۔ پہلے یہ کہ تصرف اجازت پر موقوف ہے اور یہ رائے حضرت ابی حنیفہ و امام مالک کی ہے دوسری روایت یہ ہے کہ اجازت پر موقوف نہیں ہے اور یہ بات شافعیؒ سے مشہور و معروف ہے اور یہ بات نکاح اور بیع اور اجارہ میں ہے احمد حنبل کی اسمیں اپنی تفصیل آئی ہے کہ جب تصرف کرنیوالا اذن طلب کرنے سے معذور ہو اور اس کو تصرف کرنیکی حاجت ہو تو یہ عقد اجارہ پر اوس کے نزدیک بلا نزاع جائز ہے اور اگر اذن ممکن ہو یا تصرف کرنے کی حاجت نہ ہو تو اس میں نزاع ہے۔ پس پہلا مسئلہ یوں ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی کا مال ہو اور صاحب مال معلوم نہ ہو۔ تو جب صاحب مال کی شناخت و پہچان ناممکن ہو اور اس کے دریافت سے ناامیدی ہو تو حضرت امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کہتے ہیں کہ وہ بطور صدقہ کسی کو دیدیا جاوے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد صاحب مال آجاوے تو اجازت اور ضمانت پر اس کو اختیار ہے یعنے یا صدقہ کی اجازت بحال رکھے یا صدقہ کر دینے سے اتنا مال لے لے۔ نیز افتادہ یعنے کسی کی گری ہوئی چیز کے لیجانے کے بارے میں احادیث میں یوں ہی آیا ہے افتادہ چیز کے پانیوالا اوس چیز کو معروف و مشہور کر کے اٹھا لیوے اور تصرف کرے پھر جب افتادہ چیز کا مالک آوے تو اس کو اجازت تصرف اور مطالبہ میں اختیار دیا گیا ہے پس یہ تصرف اوس وقت جائز ہے کہ جب اذن لینا مشکل ہو اور تصرف کی ضرورت ہو۔ اور ایسا ہی ثلث سے زیادہ وصیت کرنیوالے کی وصیت بیٹوں کے نزدیک اجازت پر موقوف ہے۔ اور یہ وصیت موت کے بعد جائز رکھتے ہیں پس گمنام آدمی جس کی خبر منقطع ہو اگر کوئی کہے کہ اوس کی عورت اس کے گمنام خاوند کی خبر معلوم ہونے تک بیٹھی رہے تو اس حالت میں وہ عورت مرنے تک نہ بیوہ اور نہ شوہر دار رہتی ہے اور شریعت اسلامیہ نے ایسی بات کو ناجائز رکھا ہے۔ پس جب اسکی عورت چار سال منتظر رہ چکی جاوے اور گمنام کی کوئی خبر نہ ملے تو ظاہراً اوس کی موت کا حکم نافذ ہونا چاہئے۔

پس گمنام اور اوسکی زوجہ کے بارے میں صحیح وہ بات ہے جس کا حکم حضرت عمر ابن خطاب نے دیا اور خلفاء الراشدین نے اس پر عملدرآمد کیا ہمارے شیخ کہتے ہیں کہ اس امر میں میں نے بہت فکر کیا اور صحابہ کرام کو ساری امت کے لوگوں سے زیادہ تر سمجھدار اور عالم پایا۔

موطا امام مالک صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مظفر المطابع دہلی میں لکھا ہے۔

عن مالك عن يحيى بن سعيد ابن المسيب ان عمر ابن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم يدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل۔

ترجمہ۔ امام مالک ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا ہے جس عورت کا خاوند گم جاوے اور اس کی خبر نہ ہو وہ عورت چار سال تک اوس کا انتظار کرے پھر چار سال کے بعد چار ماہ دس دن عدت میں رہے پھر نکاح کر لے۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں اسی فتوے پر عمل درآمد رہا ہے اور آجکل کے سمجھدار لوگ بھی اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ والسلام راقم عاجز محمد [illegible]

[illegible]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اور حجر اسود دوشنبہ کے دن اٹھا کر رکھا ہجرت بھی دوشنبہ کے دن کی اور انتقال بھی دوشنبہ کے دن ہوا۔

جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز مدینہ ہوئے وہ دن دوشنبہ کا تھا بارہ تاریخیں ربیع الاول کی گذر چکی تھیں آفتاب قریب زوال پہونچ گیا تھا اہل مدینہ خبر تشریف آوری سنکر بغرض استقبال آئے تھے لیکن آفتاب کے قریب زوال ہو جانے سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آ رہے تھے اس اثنا میں آنحضرت صلعم کو معہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک کھجور کے باغ کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دیکھکر اس طرف دوڑ پڑے آنحضرت مدینہ میں پہنچ کر قبا میں سالم بن خیثمہ کے مکان پر بروایت بعض کلثوم بن الہدم کے یہاں رونق افروز ہوئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو الحارث میں الخزرج میں حبیب بن اساف یا بخیال بعض خارجہ بن زید کے مکان پر مقیم ہوئے دوشنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہار شنبہ۔ پنجشنبہ تک آنحضرت صلعم قبا میں مقیم رہے اور اس اثنا میں اہل قبا کی مسجد تیار کرائی جمعہ کے دن نماز آپ نے بنو سالم بن عوف میں ادا فرمائی۔ یہ مدینہ کا پہلا جمعہ تھا جسکو آپ نے بطن وادی میں ادا کیا۔ بنو سالم بن عوف نے آنکو ٹھیرانا چاہا لوگوں میں اس بات کی بحث ہونے لگی تب آپ نے یہ فرمایا کہ میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ بیٹھ جائے گی میں وہیں ٹھہروں گا کیونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہے چنانچہ آپ ناقہ پر سوار ہو کر چلے اور انصار رضی اللہ عنہم آپکے پس و پیش۔ یمین و یسار چلے ہر شخص کے دل میں یہی آرزو تمنا تھی کہ حضور ہمارے قبیلہ میں ہمارے ہی مکان پر ٹھیریں ہر شخص امید کی آنکھوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا اور ادھر ناقہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہونچا اور ان لوگوں نے ناقہ کا مہار پکڑنا چاہا آپ نے فرمایا دعوها فانها مامورة یعنی اس کو چھوڑ دو وہ بیشک یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے مامور ہے پھر آپ کا بنو ساعدہ کے محلہ میں گذر ہوا ان لوگوں نے بھی ناقہ کے مہار پکڑنے کا قصد کیا انہیں سعد بن عبادہ و منذر بن عمرو تھے آپ نے ان لوگوں سے بھی یہی فرمایا اور یہ لوگ بھی خاموش اور امید کی نظروں سے ناقہ کو دیکھنے لگے۔ بعد اس کے بنو حارث بن الخزرج کیطرف گذر ہوا یہاں سعد بن الربیع و خارجہ بن زید و عبد اللہ بن رواحہ نے نیاز حاصل کیا پھر ناقہ بنو حارث بن الخزرج سے نکلکر بنو عدی بن النجار (عبد المطلب کے ننہیال) میں پہنچا ان لوگوں سے بھی آپ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے یہ لوگ بھی خاموش ہو رہے تا آنکہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلہ میں بیٹھ گیا جہاں کہ اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے ابن مالک اون دونوں دو یتیم کے سہل و سہیل جو معاذ بن عفراء کے رشتہ داروں میں سے تھے یہ مقام کوئی معمورہ نہ تھا بلکہ کھنڈر اور چند درخت کھجور کے تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں اور مربد (چارپایوں کے ٹھیرنے کا مکان) تھا آپ ناقہ پر سے نہ اترے تھوڑی دیر کے بعد ناقہ اٹھا اور تھوڑی دور چلکر لوٹا اور اسی مقام پر آ کر پھر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا آنحضرت ناقہ سے اترے۔ ابو ایوب آپ کا اسباب جو کچھ تھا اپنے گھر اٹھا لے گئے اور آنحضرت بھی انہیں کے مکان پر ٹھیرے۔ مالکان مربد نے اس زمین کو آپکو ہبہ کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور اس کو بقیمت خرید فرمایا بعد ازاں آپ نے قبور مشرکین اور کھجور کے درختوں اور کھنڈروں کے صاف کرنیکا حکم دیا اور بنفس نفیس مسجد بنانے میں مصروف ہوگئے انصار و مہاجرین بھی بنانے میں شریک تھے مسجد کی دیواریں پتھروں کے گارے اور کچی اینٹ سے بنائی گئیں اور اوس کی چھت کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے درست کی گئی

وہ معمولی انسان نہیں بلکہ عظیم الشان ہے اور مسیح موعود کی اس اصلیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت شان کا پتہ لگتا ہے جسکا یہ نائب ہے۔

غرض

ذرائع تبلیغ کی کثرت بجائے خود ایک پہلو سے ظاہر کرتی ہے کہ مسیح موعود کو کثرت سے سفر کرنے پڑینگے (لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا)

علاوہ بریں جب ہم ان شاخوں پر نظر کرتے ہیں جو آپ کے سلسلہ عالیہ کی اللہ تعالےٰ نے خود تجویز فرمائی ہیں اور جنکا ذکر آپ نے فتح اسلام میں کیا ہے تو سفروں کا سلسلہ اس میں بھی نظر نہیں آتا بلکہ تیسری شاخ آپ کے ایک قسم کی مستقل اقامت کا اظہار کرتی ہے۔ جسکو ہم ناظرین کے فائدہ کے لئے یہاں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تیسری شاخ

اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے۔ اور جسقدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور انکے مشکلات حل کر دئے گئے اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا اس کا علم خداتعالےٰ کو ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں اپنی طرف سے محل اور موقعہ کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید موثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں اور بجز خداتعالےٰ کے کلام کے جو خاص طور پر بلفظہ قلمبند ہو کر شائع کیا گیا باقی جسقدر مقالات انبیا ہیں وہ اپنے اپنے محل پر تقریریں ہی تھیں جو پھیلتے رہے ہیں عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقت میں مختلف مجالس اور محافل میں اون کے حال کی مطابق روح سے قوت پاکر تقریریں کرتے تھے مگر نہ اس زمانہ کے لکچراروں کی طرح جن کو اپنی تقریر سے فقط علمی سرمایہ دکھانا منظور ہوتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی بیہودہ منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لاویں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں بلکہ انبیا نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے ابلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے اون کے کلمات قدسیہ میں محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو قصص یا افسانوں کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے بلکہ اون کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پاکر علاج کے طور پر اُنکو نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے اُن کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور اون کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے اور واردین اور صادرین کی استعداد کی موافق اور اون کی ضرورتوں کے لحاظ کر اور اون کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ مجرد تالیفات کے طور پر دیکھکر اون سے رہ لکھنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پاکر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے بوجود ہونے کی حالت میں متصور ہے۔ اور کسی حالت میں کماحقہ ممکن نہیں وجہ یہی ہے کہ خداتعالےٰ نے چندیں ہزار نبی اور رسول بھیجے اور اون کی شرف صحبت میں مشرف ہونیکا حکم دیا تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشم دید نمونوں کو پاکر اور اون کے وجود کو مجسم کلام الٰہی مشاہدہ کرکے اوسکی اقتدا کے لئے کوشش کریں اگر صحبت صادقین ہر رہنما واجبات دین میں سے نہ ہوتا تو خداتعالےٰ اپنے کلام کو بغیر بھیجے رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بھی نازل کر سکتا تھا یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی نبیوں کے امر کو محدود رکھتا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کر دیتا لیکن خداتعالےٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقوےٰ وطہارت وغیرہ امور واجبہ میں فرق آتا رہا ہے مقدس لوگ خداتعالےٰ سے وحی پاکر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں اور یہ دونوں قضیے باہم لازم ملزوم ہیں۔ کہ اگر خداتعالےٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے تو یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کے لئے آتے رہیں جنکو خداتعالےٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو۔ بلاشبہ یہ بات یقینی اور [illegible] ہے کہ یہ مہم عظیم اصلاح خلائق کی صرف کاغذوں کے گھوڑے دوڑانے سے او[illegible] نہیں ہو سکتی انکے لئے اسی راہ [illegible] ماننا ضروری ہے جو قدیم سے خداتعالےٰ کے پاک نبی [illegible] تھی۔ اور اسلام نے نیا قدم رکھتے ہی اس موثر طریق کو ایسا مضبوطی اور استحکام سے رواج دیا ہے کہ اوس کی نظیر دوسرے مذہبوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے جو تعداد میں دس ہزار سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی اور کمال اعتقاد اور اخلاص اور جانفشانی اور پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکھنے کے لئے آستانہ نبوی پر دن رات پڑی رہتی تھی۔ بیشک حضرت موسےٰ کو بھی ایک جماعت ملی تھی۔ مگر وہ کیسی اور کسقدر سرکش اور متمرد اور روحانی صحبت اور صدق قدم کی دعو[illegible] اور مجبور رہنے والی تھی ان باتوں کو بائبل کو پڑھنے والے اور یہودیوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کرلی تھی کہ اسلامی اخوت کی رو سے سچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی۔ اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر وباطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھے۔ سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے وحشی بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہونچ گئے اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اوس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا یہ در اصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنیکا نتیجہ تہا سو اسی بنا پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے جاری ہو جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں اور اون پر وہ انوار ظاہر ہوں کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں اور وہ ذوق اون کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے۔ تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے اور حقارت اور ذلت کا یہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دہویا جائے۔ اسی کی بشارت دیکر خداوند خدا نے مجھے بھیجا اور کہا الخرام

کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔

المختصر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کم سفر کرتے تھے۔ اور زیادہ تر تبلیغ کے لئے ان ذرائع سے کام لیتے تھے جو اللہ تعالےٰ نے آپکے زمانہ کے لئے نہیں بلکہ کبھی خدمت کے لئے پیدا کر رکھے ہیں۔ پھر سوال ہو گا کہ اس سفر کا باعث کیا ہے؟

باعث سفر ایفاء عہد

اعلےٰ حضرت مقدمات گورداسپور کے دوران میں چند روزہ فرصت ملنے کے باعث لاہور تشریف لے گئے تھے اور اس تشریف بری سے بھی حضور کا مقصد وہ ایفاء عہد تھا جو آپ نے جماعت لاہور سے لاہور جانے کے متعلق ایک عرصہ پہلے کیا ہوا تہا۔ چنانچہ ہمارے ناظرین اس امر سے ناواقف نہیں ہیں۔ قیام لاہور کی تقریب پر جہاں قریباً پنجاب کے مختلف شہروں سے احباب جمع ہوئے تھے جماعت سیالکوٹ بھی حاضر ہوئی تھی اس موقع پر جماعت سیالکوٹ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا اور اس کریم النفس وجود نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اس درخواست کی قبولیت میں نہ جانے کن کمزوروں کی نیم شبی دعاؤں کا جذب تھا جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ بلا لیا۔ سہ

جذبہ عشق سلامت ہے تو انشاءاللہ
کچے تاگے میں چلے آئینگے سرکار بندھے

بسا اوقات ایسے ضعیف اور کمزور لوگ ہوتے ہیں جن میں طلب صدق وصفا ہوتی ہے اور خداتعالےٰ کے برگزیدوں کے ساتھ مقام عشق میں ہوتے ہیں لیکن سفر کر کے اس تک پہونچ نہیں سکتے ان لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کوئی ایسا سامان بہم پہنچا دیتا ہے جو خدا کے مرسل کسی نہ کسی ذریعہ سے ان تک پہونچ جاتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی حرکت اور ادا اللہ تعالےٰ کے اشارات کے ماتحت ہوتی ہے اور وہ عظیم الشان مصالح پر مبنی ہوتی ہے اسلئے بعد میں ان اسرار کا ظہور بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس سفر کے متعدد اغراض جو ظاہر ہوئے ہیں وہ بعد میں ہم انشاءاللہ دکھائیں گے۔ مختصر یہ کہ حضور نے سیالکوٹ جانیکا وعدہ فرما لیا۔ اور جماعت سیالکوٹ نے نہایت مستعدی اور بکمال جوش کے ساتھ سیالکوٹ واپس جاکر مکانات وغیرہ کا انتظام شروع کر دیا۔ مقدمات سے فرصت پاکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دارالامان واپس تشریف لے آئے۔ اور جماعت سیالکوٹ نے پورے انتظام اور تہیہ اسباب کے بعد حضور کی خدمت میں تشریف بری کی تاریخ کے تعین کے لئے درخواست کی اور اپنا آدمی بھیجدیا۔ چنانچہ ہمارے عزیز بھائی میاں محمد رشید صاحب اس خدمت پر مامور ہو کر قادیان آئے۔ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز تھی۔ اسلئے فرمایا کہ دو چار روز کے بعد جواب دونگا۔ حضور کا منشاء استخارہ مسنونہ کا بھی تھا گویا بعد استخارہ جواب دیا جاوے گا۔ آخر [illegible] تاریخ روانگی مقرر ہوئی۔ اور حضور نے تاریخ مقررہ پر سب سے پہلی گاڑی میں بٹالہ سے سوار ہونے کے لئے حکم دیدیا۔

آپکا خارق عادت استقلال اور جاہ طلبی سے نفرت

میاں محمد رشید صاحب تاریخ لیکر قادیان سے واپس سیالکوٹ کو روانہ ہوچکے تو سیالکوٹ سے ان کے نام ایک کارڈ آیا جس میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داخلہ شہر سیالکوٹ میں دن کے وقت ہو اسلئے حضور ایسی گاڑی میں آئیں جو دن کو داخل ہو۔ سیالکوٹ والوں کو یہ خواہش کئی مصالح پر مبنی تھی۔ منجملہ اسکے بڑی مصلحت یہ تھی کہ رات کو کثرت انبوہ میں انتظامی مشکلات نہوں۔ دوسرے حضور کے مشتاق زیارت کثرت کے ساتھ وہاں جمع ہونے والے تھے اور کل شہر اس دن کا انتظار کر رہا تہا اسلئے دن کو یہ نظارہ قابل دید اور اثر انداز ہو سکتا تھا۔ لیکن سیالکوٹ کی جماعت کا عموماً اور ہمارا خصوصاً ایمان بڑھ گیا جب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عزم کو عزم بالجزم ثابت کر دکھایا اگر آپ کی بجائے کوئی دنیوی جاہ وحشم یا استقبال و نمائش کا بہوکا لیڈر یا گدی نشین ہوتا تو وہ پسند کرتا کہ جسقدر مجمع اوس کے دیکھنے [illegible]

فٹ نوٹ:- چودہ برس پہلے کا ذکر ہے اور اب قریباً چودہ سالوں میں یہ تعداد چار لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہوگی۔ [illegible] آنے والے مہمان [illegible] ہیں [illegible] لوگ ہوتے ہیں۔ ایڈیٹر

اور جس قدر شان و شوکت سے اولی سواری نکلے وہ تھوڑی ہے لیکن یہ خدا کا برگزیدہ جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے تمام اپنے تعلقات میں لذت اور ذوق پاتا ہے۔ ایسی شہرت کا حریص اور اسیر نہیں بلکہ وہ کمال ذوق و مستی میں کہتا ہے۔ ؎

بحمد اللہ کہ خود قطع تعلق کرد ایں قومے
خدا از رحمت و احسان میسر کرد خلوت را
نے باید مرا بلکہ رہ عزتہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را
ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفس خود عزت
خلاف من کہ میخواہم برائے یار ذلت را
حریص عزت و مجد ہم از ان روز بگذاشتم
کہ جا در خاطرش باشد دل مجروح عزت را

غرض

حضور نے اپنے اس ارادہ میں ہرگز ترمیم نہ فرمائی۔ باوجودیکہ سیالکوٹ سے ایک اور آدمی بھی اسی غرض سے بھیجا گیا لیکن حضور نے جو عزم کر لیا تھا اسے بدلنا مناسب نہ سمجھا۔ اور حقیقت میں یہ عدم ترمیم ارادہ بھی **نشان نمائی** کا باعث ہوئی جیسا کہ سیالکوٹ میں ورود اخبار کے متعلق ہم دکھائیں گے۔

خدا تعالیٰ کے ماموروں کا استقلال بھی ایک ایسی بڑی کرامت ہوتا ہے جو عاقبت اندیش لوگ انہیں مجنون (دیوانہ) کہا کرتے ہیں۔ اس استقلال میں ایک باریکی ہوتی ہے جو اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو اپنے مولا کریم سے انہیں ہوتا ہے کہ یا وہ ان امور کو جو دوسروں کی نظر میں مشکل اور ہولی ہوتے ہیں اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے نہ ان کا قدم ہٹتا ہے اور نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ درماندہ ہوتے ہیں۔ اس امر کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا البتہ وہ لوگ جو ایمان باللہ کی لذت سے آشنا ہیں اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں ضمناً بات آگئی ہے۔ استقلال کی ایسے ایک موقع کا تذکرہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا جب حضور نے گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا تو اتفاق ایسی شدید بارش ہو گئی کہ راستے بالکل بند ہو گئے اور اسقدر پانی ہو رہا تھا کہ یکے اور گاڑیاں ہرگز چل نہ سکتی تھیں خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اسی پانی میں پیادہ پا بوجہ تاریخ مقدمہ گورداسپور جانا پڑا اور وہاں جا کر جب خواجہ صاحب اور مولانا مولوی محمد علی صاحب سے راستہ کی تکالیف کا ذکر کیا تو وہ بہت گھبرائے اور بہر طرح یہ سوچ کر وہ مکان جس کا انتظام کیا گیا تھا عین وقت پر ٹپکنے لگا اسی دن اس کے ملنے سے قطعاً مایوسی ہو گئی ایسی صورت میں ہم لوگ جو گورداسپور میں موجود تھے سخت گھبرائے کہ کیا ہوگا۔ مکان کا انتظام نہیں راستہ ٹھیک نہیں اور حضرت اقدس کے ہمراہ بچوں اور مستورات کا ساتھ ہے۔ بعد مشورہ یہ رائے ہوئی کہ دو آدمی اسی وقت بھیجے جاویں جو حضرت کو اس سفر سے روک دیں۔ اس وقت حضرت مولوی محمد علی صاحب کی فراست اور ایمان نے بڑا ہی مزا دیا انہوں نے کہا کہ بھیجنے کو آدمی بھیجو مگر سب کچھ خلاف عرض کردہ

مگر یہ قوم (یعنی) اپنے ارادوں سے باز نہیں رہا کرتی کیونکہ ان کا استقلال بھی کرامت ہوتا ہے آخر وہی ہوا۔ حضرت اقدس راستہ کی ان خطرناک تکالیف پر فتح پاتے ہوئے گورداسپور پہنچ گئے۔ ہماری غرض اس واقعہ سے قصہ گوئی نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ ان لوگوں کا استقلال خارق عادت استقلال ہوتا ہے۔

غرض

حضرت اقدس نے جو گاڑی روانگی کے لئے تجویز کی تھی وہی قائم رکھی اور اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو ۴ بجے کے قریب دارالامان سے روانہ ہوئے۔

روانگی از قادیان

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کا نظارہ قادیان میں ایک عجیب نظارہ تھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اور اس کا پاک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ کے سفر کے لئے دارالامان سے چلنے کو طیار تھا۔ کل احمدی قوم وہاں موجود تھی۔ کچھ تو حضرت اقدس کی مشایعت کے لئے اور کچھ آپ کے ہمراہ جانے کو طیار تھے۔ مدرسہ کے بہت سے طالب علم اور اساتذہ اور بہت سے لوگ بٹالہ تک آپ کے ہمراہ چلنے کو آمادہ تھے۔ بہرحال ۴ بجے کے قریب اعلیٰ حضرت اپنے خدام کے زمرہ میں دارالامان سے روانہ ہو گئے۔ ایک درجن سے زیادہ خدام حضور کے ہمراہ تھے اس سفر میں حضور کے ہمراہ حضرت ام المومنین علیہا السلام اور خاندان رسالت کے دوسرے ممبر بھی تھے۔ اس لئے رتھ کے علاوہ فینس بھی ساتھ تھی۔

یہ شاندار قافلہ جس میں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ مسیح موعود جا رہا تھا عجیب شان سے روانہ ہوا۔

مسیح موعود اور مسیح ابن مریم

مسیح ابن مریم کو بھی بعض اوقات اپنے ملک میں سفر کرنا پڑا تھا اور انکی جو حالت ہوتی تھی وہ ان لوگوں سے جنہوں نے انجیل پڑھی ہے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کوئی انہیں جانتا بھی نہ تھا۔ سب سے زیادہ جلال انجیل میں وہ بیان کیا گیا ہے جب وہ ایک گدھی کے بچے پر سوار جا رہے تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کو وہ جلال اور شوکت نصیب ہوئی ہے جس کے لئے ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں کہ صاحب انجیل کو ہرگز نہیں ملی بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ صحف سابقہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح کی دو آمدوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ایک تو وہ پہلی آمد ہے اور دوسری وہ آمد ہے جو **جلالی** اور پر **شوکت** آمد ہے۔ خود عیسائیوں نے بھی اسی امر کا اعتراف کیا ہے اور یہ اعتراف انکو مجبوراً کرنا پڑا ہے کیونکہ پہلی آمد بہت کمزور اور ناقص تھی کہ آخر انکو اس جلال و شان کو دوسری آمد پر ملتوی کرنا پڑا اور حقیقت بھی اسی طرح پر ہے۔ دراصل ساری شان و شوکت اور جلال اسی دوسری آمد کے لئے رکھا گیا تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصہ میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا کا برگزیدہ کہتا ہے۔ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

بہرحال ایک عجیب شان کے ساتھ حضور روانہ ہوئے۔

حضور کا پیادہ پا سفر

اعلیٰ حضرت کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ آپ چہل قدمی کرتے رہتے ہیں اور گو ایک عرصہ سے سلسلہ سیر صبح کا بند ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضور کو اس امر کا خاص شوق ہے اور یہ طریق آپکی صحت کے لئے علی العموم عمدہ اور مفید ہے۔ جب سے حضور نے ہوش سنبھالا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے یہ معمول پکا ثابت ہے کہ بیت الذکر کے سامنے صحن میں ہمیشہ ٹہلتے رہتے تھے بلکہ ہمارے ناظرین اس بات کو سن کر حیران ہونگے کہ آپ اکثر تالیفات کا کام بھی ٹہل ٹہل کر ہی کیا کرتے ہیں صحن کے دونو طرف چھوٹے چھوٹے طاقچوں میں دواتیں رکھیں اور ٹہلتے ٹہلتے لکھتے گئے۔ ٹہل کر پڑھنا تو اکثر نے سنا ہوگا مگر یہ کم دیکھا یا سنا ہوگا کہ ٹہل کر لکھا بھی جاتا ہے۔ غرض اپنی عادت اور مذاق کے موافق نصف [illegible] طے کر لینے کے بعد حضور نے پاپیادہ سفر اختیار کیا اور پالکی سے آخر تک پیدل چلتے رہے اور آپکے ساتھ بہت بڑا مجمع خدام کا بھی پیدل چلتا رہا۔ اور قریب آٹھ بجے کے حضور بٹالہ پہنچ گئے۔

بٹالہ سٹیشن

بٹالہ ریلوی سٹیشن سے سیالکوٹ تک ایک سکنڈ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ریزرو کرائی گئی تھی بٹالہ سٹیشن پر جماعت بٹالہ نے آکر شرف نیاز حاصل کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔

"کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی محنت و تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور کمال حاصل ہو جاوے۔"

اس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

حصول کمال کیلئے مجاہدہ شرط ہے

کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ گذرے ہیں جو چاہتے ہیں کہ بغیر کسی قسم کی محنت اور تکلیف اور سعی اور مجاہدہ کے وہ کمالات حاصل کر لیں جو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں صوفیائے کرام کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آکر ان سے کہا کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ ہم پھونک مارنے سے ولی ہو جاویں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ پھونک کیواسطے بھی تو قریب ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ پھونک بھی دور سے نہیں لگتی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیس للانسان الا ما سعی یعنی کوئی انسان بغیر سعی کے کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون ہے پھر اس کے خلاف اگر کوئی کچھ حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے اور اسے آزماتا ہے اسلئے محروم رہے گا۔ دنیا کے عام کاروبار میں بھی تو یہ سلسلہ نہیں ہے کہ پھونک مار کر کچھ حاصل ہو جاوے یا بدون سعی اور مجاہدہ کے کوئی کامیابی مل سکے۔ دیکھو اب آپ شہر سے چلے تو سٹیشن پر پہونچے اگر شہر سے ہی نہ چلتے تو کیونکر پہونچتے۔ پاؤں کو حرکت دینی پڑی ہے یا نہیں اسی طرح سے جسقدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اول انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے

تو پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اسلئے فرمایا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پس کوشش کرنی چاہئے کیونکہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے

اس قسم کے ذکر اذکار اور خدام کی ملاقات میں گاڑی کا وقت آپہنچا۔ اور دس بجے کے قریب گاڑی نے روانگی کا وسل دیا۔ پلیٹ فارم پر خاص اژدہام تھا۔ اور عام لوگ حضرت اقدس کی زیارت سے سرور حاصل کر رہے تھے۔ قادیان کی جماعت جو حضرت اقدس کو چھوڑنے گئی تھی واپس ہوئی اور چند ہی منٹ کے اندر گاڑی سٹیشن سے انکی نظروں سے غائب ہو گئی اور خدا کا محبوب امرتسر کی طرف روانہ ہوا۔

امرتسر ریلوی سٹیشن

بٹالہ سے گاڑی روانہ ہو کر درمیانی سٹیشنوں سے گذرتی ہوئی ۱۱ بجے کے قریب امرتسر پہونچی امرتسری جماعت نے پہلے ہی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بذریعہ عریضہ عرض کر رکھا تھا کہ وہ کھانا لیکر حاضر ہونگے اور حضرت نے ان کی دعوت کو منظور فرما لیا تھا گاڑی کے پہونچنے سے پہلے ہی امرتسری جماعت سٹیشن پر استقبال اور حصول زیارت کے لئے حاضر تھی۔

لیکن حضرت اقدس کا نام اور دعوی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے اسلئے گاڑی کے پہونچتے ہی ہر طرف سے لوگ دوڑے ہوئے گاڑی کے سامنے آکھڑے ہوئے اور خود احباب کو مصافحہ کرنا مشکل ہو گیا ایک دوسرے سے پہلے چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھوں جن لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا ہے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر کشش دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ موافق تو موافق مخالف بھی کھچے چلے آتے تھے۔ اس مقام پر کچھ لوگوں نے حضرت کے سلسلہ میں بذریعہ **بیعت** شامل ہونے کا فخر حاصل کیا امرتسری جماعت نے مسافران سیالکوٹ کو بڑی فیاضی اور فراخدلی سے گاڑیوں میں کھانا کھلا دیا۔ گاڑی کی روانگی تک ایک میلہ سا لگا رہا۔ جو لوگ گاڑی میں سوار ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسوقت مستقل سے مستقل مزاج کو ایک قسم کی گھبراہٹ اور جلدی میں ہوتا ہے۔ کہ مبادا سوار ہونے سے رہ نہ جاؤں۔ لیکن اس وجود میں کچھ ایسی خوبی اور جذب تھا کہ دیوانہ وار مسافر اس کی طرف کھچے آتے تھے اور انہیں یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ گاڑی میں سوار ہونا ہے۔ کاش وہ لوگ جو مخالفت پر اٹھے ہوئے ہیں ان باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا یہ جذب و کشش کسی مفتری منصوبہ ساز کو دیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۱۲ بجے کے بعد گاڑی نے امرتسر سٹیشن کو چھوڑا اور بہت سی روحوں کو اسی شوق میں مضطرب چھوڑ کر آگے نکل گئی۔

اٹاری سٹیشن

اس دن ریلوی لائن کے ارد گرد کے دیہات میں

کچھ ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ گاڑی کے سٹیشن پر پہونچنے سے پہلے ہی ایک معمولی سے معمولی سٹیشن پر بھی ایک خاص اژدہام اور ہجوم زائرین کا ہوتا تھا۔ بجائے کوئی شخص کسی کو بھیجے نہیں گیا تھا اور ابھی حضور کی روانگی کی خبر عام طور پر شائع بھی نہ ہو چکی تھی اس سٹیشن پر بھی غیر معمولی مجمع .... موجود تھا لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ امرتسر کے سٹیشن ماسٹر نے چند آدمیوں کو صرف اندر آنے کی اجازت دی یہ بڑا بھاری روحانی ظلم ہے۔ جو ان لوگوں پر کیا گیا ہے خلق باہر رکھا گیا اگرچہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نیک ارادوں کی وجہ سے ثواب حاصل کرنے والے انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیر گئے لیکن سٹیشن ماسٹر صاحب کی بے جا سختی نے ان کو اس مقصد عظیم سے روکے رکھا جس کے لئے وہ آئے تھے۔ ریلوے اتھارٹیز کو ایسے امور پر نوٹس لینا چاہئے اگر ایسے سٹیشنوں پر پلیٹ فارم ٹکٹ نہیں تو کیوں اجازت لے کر اندر جانے والوں کو روکا جاوے بجائیکہ وہ ایک نیک غرض اور پاک مقصود کے لئے جاتے ہوں دنیا میں تو ممکن ہے کہ ایسے سٹیشن ماسٹر سے کوئی استفسار نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور وہ ضرور یصدون عن سبیل اللہ کے زمرہ میں جوابدہ ہوگا۔ بہر حال جن لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی وہ نہایت اخلاص سے آکر ملے اور اپنے احمدی بھائیوں اور اپنے سید و مولا امام کے حضور انہوں نے دودھ کی دعوت پیش کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ساتھ ہی ٹکٹ لیکر خود بھی سوار ہوگئے اور اس چند منٹ کی صحبت احباب کو بھی انہوں نے اکسیر سمجھا۔

ودگا سٹیشن

ودگا ایک مختصر سا فلیگ سٹیشن ہے ودگا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں عیسائیوں نے اپنا احاطہ بنایا ہوا ہے اور کچھ مشنری عورتیں یہاں رہتی ہیں ان کی ہی اور کچھ شکر کے یا بالفاظ دیگر انکے مفاد کے لئے یہ سٹیشن بنا ہوا ہے۔ اس سٹیشن پر خدا کے فضل و کرم سے بابو محمد ایوب بکنگ کلرک احمدی ہے جسے ریلوی کام کی کثرت کی وجہ سے شاید بہت کم فرصت قادیان آکر حضرت کی زیارت کی ملتی اور اس تقریب پر اس جنگل میں پڑی ہوئی روح کو سیراب ہونے کا موقع خود بخود مل گیا۔

میانمیر

ایک بجے کے بعد گاڑی میانمیر سٹیشن پر پہونچی۔ جہاں فوجی چھاؤنی ہے احمدی بھائیوں کی جماعت اس مقام پر آکر دوسری گاڑی میں واپس ہوئی یہاں بھی بعض مخلصین کو زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

لاہور سٹیشن

ریلوی سٹیشن پر یوں تو عام طور پر ایک عجیب و دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن آج غیر معمولی رونق اور بیڑ بھاڑ تھی۔ احمدی جماعت تو لازماً موجود تھی مگر دوسرے لوگ بھی جو مذہبی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کو موجود تھے لاہور کے ریلوی سٹیشن پر اس کثرت سے اژدہام تھا کہ وہاں کے روزانہ پیسہ اخبار کو بھی باوجود مخالفت کے اسکا اقرار کرنا پڑا ہے اور ابھی قریباً دو مہینے قبل حضرت اقدس لاہور میں رہ کر آئے تھے اس صورت میں اگر قیام لاہور میں آپ کو پوری کامیابی نہ ہوئی ہوتی تو چاہئے تھا کہ اسوقت دوسرے مذاہب کے لوگوں میں سے ایک بھی وہاں نہ ہوتا لیکن احمدیوں کے سوا ہندو و مسلمانوں کے فہمیدہ لوگوں کا ایک خاصہ مجمع اس تقریب پر تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے نام میں کچھ غضب کی تاثیر اور جذب ہے جو مخالف سے مخالف کو بھی اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور جب ہم آج سے پچیس برس پیشتر پر نظر کرتے ہیں اور حضرت اقدس کے حالات کو سنتے یا پڑھتے ہیں تو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ یہ اثر اور جذب اسی وقت پیدا ہوا ہے جب سے کہ حضرت احدیت نے آپ کو اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ سچ ہے

برکشے چوں مہربانی مے کنی ٭ از زمینی آسمانی مے کنی

خود دلی و خود کشائی کار را ٭ خود دہی رونق تو این بازار را

غرض ریلوی سٹیشن پر ایک صف آرا فوج معلوم ہوتی تھی جو رب الافواج کے برگزیدہ کے استقبال اور زیارت کے واسطے موجود تھی۔ یہاں بھی مسافروں اور اجنبیوں کا یہ حال تھا کہ خواہ نخواہ اسی گاڑی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام رکھا تھا۔ اور یہاں چونکہ گاڑی کو کچھ عرصہ تک ٹھیرنا تھا اسلئے لاہور کی احمدی جماعت کو اچھا موقع حصول ملاقات کا مل گیا۔

۲ بجے کے قریب آخر گاڑی نے اس سٹیشن کو بھی الوداع کہا۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ لاہور کے ریلوی سٹیشن پر بھی بہت سے لوگوں کو اندر آنے سے روکا گیا تھا۔ اور پلیٹ فارم ٹکٹ بھی بند کر دیا تھا۔ انگریز انسپکٹر انتظام کے لئے موجود تھا۔

بادامی باغ

بادامی باغ کے سٹیشن پر ہمارے محترم مہعصر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا مولوی صاحب نے سمجھ لیا تھا۔ کہ لاہور کے سٹیشن پر ملاقات کرنا کوئی سہل امر نہیں ہے اسلئے وہ بادامی باغ آئے اور چونکہ مقدمہ کے متعلق انہیں لاہور میں رہ کر کام کرنا تھا اسلئے یہاں سے ہی واپس ہوئے۔ اور گاڑی حدود لاہور سے نکل گئی۔ مسافران سیالکوٹ نے گاڑیوں میں ہی نماز ظہر ادا کرنی شروع کر دی۔ اسیطرح پر دوسرے سٹیشنوں پر حضرت کی زیارت کے لئے لوگ آتے تھے۔ آخر گاڑی گوجرانوالہ کے سٹیشن پر پہونچی۔

گوجرانوالہ

گوجرانوالہ کے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع خاص گوجرانوالہ کے علاوہ ارد گرد کے دیہات سے آئے ہوئے لوگوں کا بھی موجود تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اس مجمع کی تعداد کسی حالت میں سات آٹھ سو سے کم نہ ہوگی۔ اس مجمع میں کثرت کے ساتھ اہل ہنود بھی تھے۔ حضرت اقدس کی گاڑی کے سامنے ایک ہیڈ لگا ہوا تھا سا احمدی احباب نے مصافحہ کیا اور خدا کے برگزیدہ پر سلام کیا۔ وقت معینہ پر گاڑی یہاں سے بھی چلی گکھڑ کے سٹیشن پر بھی باوجودیکہ وہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے پچاس سے زیادہ آدمیوں کا مجمع تھا۔ جس شوق جوش اور اخلاص سے یہ لوگ آئے تھے اور گاڑی کی طرف لپکتے اور دوڑتے تھے وہ نظارہ کچھ قابل دید ہی تھا۔ اسے کسی جرنلسٹ کا قلم تو کیا شاعر کی بلند پروازی بھی ادا نہیں کر سکتی۔

ان زائرین کو بھی چند منٹ کی ملاقات کے بعد شوق زیارت تیز کرکے گاڑی نے وہیں چھوڑا اور وہ سراسیمہ ہو کر دوڑتی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھتے رہے اور گاڑی سیٹیاں مارتی ہوئی گویا خدا کے محبوب کو اپنا سوار سمجھکر اتراتی ہوئی سٹیشن سے نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وزیر آباد سٹیشن پر جاکر کھڑی ہوئی۔

وزیر آباد ریلوی سٹیشن

وزیر آباد ایک جنکشن سٹیشن ہے جہاں سے سیالکوٹ کی طرف گاڑی جاتی ہے۔ اور ایسا ہی لائل پور وغیرہ کیطرف بھی یہاں ہی سے گاڑی جاتی ہے۔ غرض یہی وہ سٹیشن ہے جہاں سے حضرت اقدس نے سیالکوٹ کی طرف جانا تھا اور سیالکوٹ یہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔

اس سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین کا موجود تھا۔ اور جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ وزیر آباد میں ابھی احمدی جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے تو اس کثرت سے آنے ہوئے لوگوں کا دیکھنا حیرت میں ڈالتا تھا۔ اور خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ وزیر آباد میں حافظ عبد المنان جیسا مخالف موجود ہے۔ اور وہ اپنی جگہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ لوگوں کو سلسلہ عالیہ سے بدظن کرتا رہے اور کوئی دقیقہ کوشش کا داخل ہونے سے روکنے میں اٹھا نہ رکھے۔

وزیر آباد کے سٹیشن پر اسقدر انبوہ فی الحقیقت غیر معمولی بات تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ کی عظمت اور شوکت کا پتہ لگتا تھا۔ چونکہ ریزرو شدہ گاڑیوں کو کاٹ کر اس ٹرین کے ساتھ لگانا تھا۔ جو سیالکوٹ جانے والی تھی۔ اسلئے ان گاڑیوں کو دور تک بلکہ پل کے پرے تک لیجانا پڑا اس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ اب لوگ الگ ہو جاوینگے مگر لوگوں کا بڑا ہجوم اخلق گاڑی کے دونوں طرف انکے ساتھ بھاگا اور انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ مبادا ہم کچلے جائیں۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مخلوق بھاگی جاتی تھی۔ آخر وہ گاڑیاں کاٹ کر سیالکوٹ والی ٹرین سے لگا دی گئیں اور لوگوں کا ہجوم بدستور اسوقت تک رہا جب تک کہ گاڑی سٹیشن سے نکل گئی۔

وزیر آباد کی احباب کی دعوت

اس امر کا اظہار اس موقع پر نہ کرنا غالباً سخت ناانصافی ہوگی کہ ہماری وزیر آباد کی جماعت کے معزز رکن شیخ غلام رسول اور شیخ احمد جان صاحب مالکان کارخانہ سوڈا واٹر نے نہایت فراخدلی کے ساتھ حضرت اقدس اور آپ کے ہمراہی جماعت کی دعوت لیمونیڈ کی۔ کثرت کے ساتھ انہوں نے پانی کی بوتلیں اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کیں یہ اخوت یہ محبت بجائے خود حضرت اقدس کی سچائی کا ثبوت ہے کہ اس شخص کی تعلیم میں وہ اثر اور قوت ہے کہ مختلف طبقات کے لوگوں کو ایک کر دیا ہے اور امیر غریب سب ایک پلیٹ فارم پر کھڑے کر دئیے ہیں غرض گاڑی سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ چونکہ کثرت مخلوق اور ہجوم میں بہت سے لوگوں کو حضرت اقدس سے مصافحہ کرنے کا شرف نہ مل سکا تھا اسلئے اکثر احباب ساتھ ہی گاڑی میں سوار ہوگئے اور سیالکوٹ اور وزیر آباد کے درمیانی سٹیشنوں پر جہاں جسکو موقع ملا اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔

سوہدرہ

سوہدرہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جہاں گاڑی بہت ہی کم عرصہ غالباً منٹ دو منٹ کھڑی ہوتی ہوگی اس دوڑ دھوپ اور کم فرصتی کو بھی غنیمت پاکر اکثر خدام حضرت نے شرف نیاز حاصل کر لیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس دوسرے سٹیشنوں پر بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر منزل مقصود کو پہونچا یعنی

سیالکوٹ ہاں پیارا سیالکوٹ۔ بلکہ مبارک سیالکوٹ

سیالکوٹ کے متعلق ہم نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں انہیں مبالغہ نہیں بلکہ ان کی تہ میں حقیقت ہے جو ہم بعد میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

سیالکوٹ ریلوی سٹیشن

سیالکوٹ ریلوی سٹیشن کا نظارہ کچھ ایسا قابل دید تھا کہ کسی جادو نگار کا قلم اور نازک خیال شاعر کا دماغ بھی اس نظارہ کو ادا کرنے کے قابل نہیں۔ پھر کہا جاتا ہے۔ کہ مصور اور فوٹوگرافر کسی نظارہ کو ہو بہو کسی طرح دکھا سکتا ہے۔ مگر اے ہمارے پڑھنے والو! یقیناً سمجھو کہ اس مقام پر مصور کا قلم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور فوٹوگرافر بھی (باوصفیکہ آج اس فن میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں) کہاں دکھانے سے عاجز ہے۔ وہ نظارہ فی الحقیقت قابل دید ہی تھا۔

اس نظارہ کے دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزاروں انسان تھے پھر انہیں ہر طبقہ و ہر قسم کے لوگ تھے۔ سید تھے سادات تھے پرانے زمانہ کے بڑے بوڑھے تھے۔ بچے نوجوان۔ امیر۔ غریب۔ حکام۔ حضرت اقدس کے مخلص۔ مخالف۔ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ پھر انہیں سے عالم و جاہل۔ شاعر صوفی اور خلاصہ مزاج۔ غرض ہر قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک اپنی اپنی نظر اور آنکھ سے اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا پھر اسقدر متضاد خیالات متضاد طبیعتوں کے لوگوں کے نکتہ خیال کو آن واحد میں پا جانا ایک معمولی جرنلسٹ کے لئے آسان نہیں ہے۔

لیکن ہم اپنے ناظرین کو مایوس کرنا نہیں چاہتے ہم انہیں مختلف نظروں سے اس نظارہ کو خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے دکھانے کی کوشش کرینگے ممکن ہے کہ ہم اس میں پورے کامیاب نہ ہوں کیونکہ بہرحال وہ پھر ہماری اپنی نظر ہے۔ لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ ہمارے ناظرین

ہماری آنکھ سے مختلف نظاروں کو معائنہ کریں - اور یہ بھی کسی تائید یافتہ روح کے فیض کا اثر سمجھیں جو ایک کمزور شخص مختلف نظاروں کو آن واحد میں ایک نقطے سے دیکھ لیتا ہے -

سیالکوٹ ریلوی سٹیشن کا نظارہ عام نظر میں

ہر چند جماعت سیالکوٹ نے کوشش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی ایسی گاڑی میں وہاں پہونچیں جو دن کے وقت سیالکوٹ پہونچتی ہو لیکن ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی حال میں بھی اپنے پروگرام کو نہیں بدلا اور جس گاڑی میں روانہ ہونیکا عزم فرما چکے تھے اسی گاڑی میں روانہ ہوئے اور یہ گاڑی سیالکوٹ سٹیشن پر چھ بجے کے بعد پہونچی جب کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاریکی اپنا تسلط سطح زمین پر ڈال رہی تھی -

ایسی حالت میں ایسے وقت میں لوگوں کا اپنے کاروبار چھوڑ کر سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کے لئے آنا کوئی معمولی بات نہ تھی - اصل تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جگہ پہلے ہی پہنچ گئے تھے کہ وہ رک سکتے ہی نہ تھے - جسطرف نظر جاتی تھی آدم زاد ہی آدم زاد نظر آتا تھا - ہمارے احباب سیالکوٹ کو غالباً اس نظارہ کو دیکھ کر اپنی اس تجویز یا خیال پر ضرور تاسف ہوا ہوگا جو انہوں نے حضرت اقدس کے دن کی گاڑی میں آنے کے متعلق سوچا تھا کیونکہ اسوقت کی جمعیت مخلوق کا جمع ہو جانا انکی امیدوں سے بڑھا ہوا تھا - بلکہ ہم صاف طور پر یوں کہیں کہ انکا ایمان بڑھ گیا ہوگا - کیونکہ گاڑی کے پہونچنے کا یہ وقت ایسا تھا جبکہ لوگ اپنے دن کے کاروبار سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے لئے گھروں کو جاتے ہیں مگر آج انہیں کوئی غیر معمولی کشش تھی جو انکو بجائے آرام کرنے کے دکھ اٹھانے کے لئے کھینچے لاتی تھی کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اسقدر انبوہ اور ہجوم میں آرام کے ساتھ چلنا ناممکن ہے انہیں علم تھا کہ دھکے کھانے پڑیں گے اور پولیس اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے امن قایم رکھنے کے لئے مناسب موقع کارروائی کر کام لے گی - لیکن ان لوگوں کو پولیس کی جھڑکیاں اور گھرکیاں ایک دوسرے کے دھکے کھانے منظور تھے دن بھر کی کوفت ہیں اس کوفت اور تکان کا اضافہ پسند خاطر تھا لیکن سٹیشن پر

مرزائے ما

کو دیکھنا ضروری تھا - تھوڑی دیر کے لئے اس امر پر سوچو کہ اگر یہ جذب اور کشش حضرت مسیح موعود کا نہ تھا تو کون تھا جو شہر میں منادی کرنے گیا تھا - کہ تم شام کو چھ بجے کے بعد (جبکہ دن بھر کی محنت مزدوری سے تھکے ماندہ ہو کر آرام کرنے جاتے ہو) گھر کی بجائے سٹیشن پر آ جانا اگر عام طور پر منادی بھی کرائی جاتی اور لوگوں کا فرض قرار دیا جاتا بلکہ کچھ سزائے جرمانہ بھی مقرر ہو جاتی کہ جو نہ آئے گا اسے سزا دیجائے گی - اور مسیح موعود کی بجائے کوئی اور شخص آنیوالا ہوتا تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ جرمانہ ادا کرنا پسند کرتے لیکن نہ آتے پر نہ آتے - برخلاف اس کے آج سے ایک ہفتہ سے بھی زیادہ عرصہ پہلے بکر مخالف مولویوں اور یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق لوگوں نے بہت کوشش کی تھی کہ کوئی شخص سٹیشن پر نہ جاوے اور اگر کوئی مسلمان وہاں گیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائیگی اس قسم کے اقرار اور حلف لوگوں سے ان دشمنان حق نے لئے تھے لیکن دلوں میں کچھ ایسی زبردست تحریک اور جوش تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کے فتوے کے موافق طلاق واقع کر لینا آسان سمجھا لیکن یہ ایچ در ایچ گراں سمجھا کہ وہ سٹیشن پر نہ آئیں -

ایسی حالت کا اندازہ کر کے اور اس مخالفت کے جوش کو دیکھ کر خدا کے محبوب کی عظمت اور بھی دل میں بڑھ جاتی ہے اور سچ یہ ہے کہ یقین نہیں بلکہ عین الیقین ہو جاتا ہے کہ یہ جذب اور کشش اسی کی راستبازی اور حقانیت کا تھا - جو ہزاروں ہزار سلاسل کو توڑ کر کھینچ لاتا تھا -

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ

براہین احمدیہ میں جو عرصہ دراز گذرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو مندرجہ حاشیہ الفاظ میں بشارت دی تھی کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کیجاوے - پس اس سے بڑھ کر تعرف بین الناس کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے - ہم اہل دل اور اہل انصاف لوگوں کے پاک جذبات کو اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ پچیس سال پیشتر ایک شخص اس امر کو شایع کرتا ہے اور آج وہ پیشگوئی بلا تفاوت حرفے اسی رنگ میں پوری ہوتی ہے -

غرض

اس نظارہ کو جب ہم عام نظر سے دیکھتے ہیں اور مولویوں اور مخالفوں کے مسلمانوں سے سٹیشن پر نہ آنے کے عہد اور قسم لے لینے کے بعد اسقدر مجمع کو پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے اختیار سر جھک جاتا ہے - اور اسکی قدرت کا تماشا نظر آ کر ثابت کرتا ہے

برکسے چوں مہربانی میکنی
از زمینی آسمانی میکنی

سٹیشن پر اور سٹیشن سے شہر تک مخلوقات کا اندازہ بروایات مختلفہ ۱۲ سے پندرہ ہزار تک کیا گیا ہے اور یہ کہنا تو ہرگز مبالغہ نہیں کہ جس راہ سے آپ شہر میں داخل ہوئے - اس راہ پر سٹیشن سے لیکر فرودگاہ تک دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں اور بازار کے دورویہ میں آدم زاد کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا - اور اس عرصہ کی تمام مخلوق گویا یا ہر تھی -

سٹیشن پر انتظام

سیالکوٹ کے مقامی حکام خصوصاً صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے قیام امن اور انتظام کے لئے پہلے سے پوری تدابیر کی ہوئی تھیں - اسقدر انبوہ میں ممکن تھا کہ کسی نہ کسی قسم کی کوئی بدنظمی ہو مگر حکام سیالکوٹ نے اپنے حسن انتظام سے اسکو ناممکن کر دکھایا - انہوں نے جو کچھ کیا اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے کیا لیکن وہ پھر بھی ہماری خاص شکرگذاری کے قابل ہیں اور خدا کرے کہ ایسے حکام ہر جگہ ہوں - ہمارے مخدوم آغا محمد باقر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ سیالکوٹ بھی ہمہ تن انتظام میں مصروف تھے - اس نوجوان رئیس کو ایسا مستعد اور خوش اخلاق پا کر ہماری طبیعت میں خاص ذوق پیدا ہوا اور آرزو ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان مسلمان رئیسوں کو اس قسم کی مستعدی اور خوش اخلاقی اور اپنی اصلاح نفس کا خیال عطا کرے کیونکہ یہی لوگ قوم کا سر ہیں -

بہرحال انتظامی حالت قابل اطمینان ہی نہ تھی بلکہ قابل شکرگذاری تھی -

انتظام روشنی

شام کے بعد چونکہ وہاں گاڑی پہونچتی تھی اور تاریکی دمبدم پھیلتی جاتی تھی جماعت سیالکوٹ نے روشنی کا کافی انتظام کر دیا تھا - اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر بطور خیر مقدم مہتابیاں چھوڑی گئیں ہم نے اس نظارہ کو مختلف رنگوں اور نظروں سے دکھانا چاہا ہے اور اس لئے عام نظر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مختلف نظریں ڈالنے کے لئے وہ مقام ہر کہیں جہاں ہم پھر کا تذکرہ کریں گے - کیونکہ وہ دونوں نظارہ ایک ہی قسم کے ہیں -

اَلْمُخْتَصَر

سٹیشن پر بڑا ہجوم تھا - اور اس ہجوم کے حسب حال مقامی حکام کا پورا انتظام تھا - احمدی جماعت نے اس پلیٹ فارم پر جہاں بزرگ گاڑیاں کھڑی ہوتی تھیں جو احاطہ سٹیشن کے دوسری طرف سرائے مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے متصل لب سڑک واقع ہے) روشنی کا پورا انتظام کر رکھا تھا - جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں -

شہر کو روانگی

پورے انتظام کے ساتھ بیشمار مخلوق کو ایک طرف کر کے پلیٹ فارم کا وہ حصہ بالکل خالی کرا لیا گیا اور عین گاڑی کے دروازہ پر حضرت کی سواری کی گاڑی لا کر کھڑی کر دی گئی اور حضرت حجۃ اللہ اور ام المومنین اور دوسرے ممبران خاندان رسالت جدا جدا گاڑیوں میں امن اور آرام کے ساتھ سوار ہو گئے -

اور جب سب احمدی احباب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سیالکوٹ گئے تھے آرام سے گاڑیوں میں سوار ہو گئے تو یہ شاندار جلوس پولیس اور مقامی حکام کے مناسب موقع انتظام کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوا - گاڑیوں کے آگے مہتابیاں چھوڑی جاتی تھیں اور گاڑیوں کے دونوں طرف دہ ہزار ہا مخلوق ساتھ ساتھ بھاگی جاتی تھی - خدا کا جری ایک کھلی گاڑی میں بیٹھا ہوا اس انبوہ واژدہام میں جا رہا تھا - اور لوگ اس کے دیدار کے لئے دوڑے جا رہے تھے - ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں اور سیالکوٹ کی سنجیدہ پبلک اور اسوقت کے موقعہ پر متعین حکام خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کا نظارہ پہلے کسی آدمی کے لئے نہیں دیکھا گیا -

یہ گاڑیاں گویا انسانوں کی سڑک پر جاری تھیں راستہ میں ہر در و دیوار اور ہر سقف و مکان پر آدمی ہی آدمی موجود تھے - اور یہ عجیب بات تھی کہ بعض لوگ زیارت کے لئے باوصفیکہ مخالف تھے یہ کہتے تھے کہ ہم تو مرید ہیں نہیں نہ بنیں گے - اس سے اس محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ نے عام لوگوں کے دلوں میں ڈال دی تھی - راستہ میں جو لوگ بازاروں کی چھتوں پر تھے انہوں نے ٹھیک اسوقت جب حضور شہر میں داخل ہوئے ایک چراغاں کر دی اور یہ ایسا داخلہ معلوم ہوتا تھا جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ داخل ہوئے تھے - ہم اس سفر کو بھی بعد میں کسی دوسرے موقعہ پر بیان کریں گے - (انشاء اللہ تعالیٰ)

فرودگاہ

فرودگاہ کے لئے جناب حکیم حسام الدین صاحب کا محلہ تجویز ہوا تھا - کل مہمانوں کے لئے کچھ اوپر انداز سو ملتے جلتے مکانات خالی کرائے گئے تھے کہ وہ سارا محلہ جہاں یہ مہمان فروکش تھے ایک محلہ کی بجائے ایک ہی مکان کا حکم رکھتا تھا -

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متعلقین کے لئے میر حکیم حسام الدین صاحب کا ایوان تجویز ہوا تھا - چنانچہ حضور وہاں فروکش ہوئے - اور دوسرے خدام اعلیٰ حضرت اپنے اپنے مقام پر جو پہلے سے انکے لئے تجویز ہو چکے تھے -

سیالکوٹ کی احمدی جماعت کا حسن انتظام اور مہمان نوازی

سیالکوٹ کی جماعت نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ تشریف آوری کی دعوت کرتے وقت خوب سمجھ لیا تھا کہ سیالکوٹ میں کس قدر مجمع مہمانوں کا ہو جائیگا - اور سیالکوٹ کی جماعت نے لاہور میں آکر اس مجمع کو دیکھ ہی لیا تھا

لاہور میں بھی ایک حضرت اقدس کی تشریف بری فوری تھی اور انکی خبر بعد میں احباب کو ہوگئی پھر بھی ایک معقول تعداد احباب کی جمع ہوگئی تھی لیکن سیالکوٹ میں جماعت سیالکوٹ نے خوب سمجھ لیا تھا کہ یہاں لاہور کی نسبت مجمع احباب کثرت سے ہوگا - کیونکہ سیالکوٹ ایک طرح پر سنٹر (مرکز) میں واقع ہے اور گوجرانوالہ، گجرات جہلم وغیرہ اضلاع کی جماعتیں سہولت سے وہاں حاضر ہو سکتی تھیں - اس لئے اہل سیالکوٹ کو لاہور کی نسبت بہت بڑے پیمانہ پر مہمان نوازی اور آسائش احباب کا انتظام کرنا پڑا تھا - اور انہوں نے پہلے ہی سے ان امور کو سوچ لیا تھا - علاوہ بریں لاہور میں جو بعض احباب کو بعض امور میں شکایت پیدا ہوگئی تھی ان امور کو بھی جماعت سیالکوٹ نے مدنظر رکھ لیا تھا - حقیقت یہ ہے کہ ایسے مجمعوں کا انتظام اور انکی آسائش و آرام کا پورا لحاظ رکھنا سہل اور آسان نہیں ہوتا - لاہور میں جو نکہ یہ امر اتفاقی تھی اس لئے اگر کوئی وجہ شکایت احباب کو بھی پیدا ہوئی تو وہ بالکل نظر انداز کرنے کے قابل ہے - اور سیر چشمی سے بعید ہے - علاوہ بریں میزبانوں اور مہمانوں میں فی الحقیقت کوئی تفریق نہ تھی ہم تو یہی لاہوری جماعت کی عالی ہمتی سمجھتے ہیں جو اس نے ہمیں مہمان بنایا حالانکہ میزبان بھی تھے - سیالکوٹ کی عالی ہمت جماعت نے (جو ہمیشہ سابقت فی الخیرات کی حریص رہی اور خدا کے فضل سے اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہو چکا ہے) اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ کسی نوع کی تکلیف کسی بھائی کو ہو - انہوں نے اس سے پہلے کہ خدا کا مسیح و مہدی مع کثیر التعداد جماعت کو لیکر انکا مہمان ہو ہر قسم کی ضروریات کا کافی سے کافی زیادہ ذخیرہ جمع کر لیا تھا - اور اس سے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں - انکی غرض کوئی نمود و نمائش نہ تھی بلکہ ایسا خیال بھی انکی نسبت کرنا ہمارے نزدیک بدظنی ہے اصل غرض انکے دلوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اکرموا الضیف یعنی مہمانوں کی عزت کرو - کی تعمیل تھی اور خدا تعالےٰ کے برگزیدہ محبوب مسیح و مہدی کی سنت کی تقلید - جو لوگ حضرت حجۃ اللہ کی پاک مجلس میں بیٹھنے کی عزت حاصل کر چکے ہیں اور کثرت سے انہیں موقع ملا ہے - یا جو ہمارے اخبار کے پڑھنے والے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ علیٰ حضرت حجۃ اللہ کے دل میں مہمان کی کسقدر عزت ہوتی ہے وہ انکی خاطر داری اور تواضع کے لئے کسقدر بیقرار ہوتے ہیں بار بار عملہ مہمان خانہ کو تاکید ہوتی ہے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پاوے اور مہمانوں کو الگ کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ بے تکلفی سے رہیں - جس چیز کی ضرورت ہو براہ راست مجھے فوراً اطلاع دو -

غرض ایک دو مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ حضرت اقدس نے عملہ مہمان خانہ کو تاکید کی ہے - اور اکرام ضیف سنت الانبیا ہمیشہ سے چلی آتی ہے -

پس جماعت سیالکوٹ نے اسی سنت الانبیا پر اور پھر انبیاء علیہم السلام کے زندہ نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر قدم مارا - اور مہمانوں کی تواضع اور انکی دلجوئی اور آرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا قادیان میں اول اول جب سالانہ تعطیلوں کی تقریب پر احباب جمع ہونے لگے اور اس مدرسہ میں سب کے سب غربا مقتدی تھے بعض سے معمولی چھوٹی باتوں اور کھانے پینے کی قسموں پر کچھ تکرار ہوئی تو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کو نہایت کراہت سے دیکھا اور ایک اشتہار کے ذریعہ جماعت کی اصلاح کی خواہش ظاہر کی اور لکھا کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جبتک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے - اور میں باوجود اپنی صحت و تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے - اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اوس کو نہ دوں - اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں - اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اسکے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے - تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اسکی باتوں پر صبر کروں - اور اپنی نمازوں میں اسکے لئے رو رو کر دعا کروں - کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور سے بیمار ہے - اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اسکی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسکا دل نرم نہ ہو جبتک اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں - خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں - اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی لینا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے الخ خود اس قسم کے نصائح اور ہدایات آپ نے جماعت کو دی تھیں - انکا عملی نمونہ بلا مبالغہ اس تقریب پر ہمنے جماعت سیالکوٹ میں دیکھا پایا (خدا تعالےٰ ایسی توفیق ہم سبکو دے - آمین) انہوں نے اپنے آرام کو چھوڑ کر یہ مقدم کر لیا تھا کہ دوسرے احمدیوں کو آرام ہو پہنچے اپنے گھر مہمانوں کے لئے خالی کر دئے - انکی خاطر داری اور آسائش کے لئے ہر سامان بہم پہنچایا ضروری سامان پہلے سے مہیا کر رکھا تھا - کوئی کمرہ یا کوٹھری ایسی نہ تھی کہ جس میں روشنی پانی کا کافی سامان نہ ہو کسی سامان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی کہ وہ یہ کہے کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے - بیماروں کی تو الگ پرہیزی کھانا مہیا ہوتا تھا جس چیز کیلئے کوئی مہمان درخواست کرے ہم نے نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ کسی نے انکار کیا ہو - بازار میں حلوائیوں کی دکانیں مخصوص کر دی تھیں جہاں کو ملتی ہر وقت جو دودھ جلیبی مفت دے سکتے تھے -

تقریر دلپذیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بعد نماز جمعہ - ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء

بیعت تخم اعمال صالحہ کا ہے

میں اون لوگوں کے لئے جنہوں نے بیعت کی ہے چند نصیحت آمیز کلمات کہنا چاہتا ہوں

بیعت تخم ریزی ہے اعمال صالحہ کی - جسطرح کوئی باغبان درخت لگاتا ہے یا کسی چیز کا بیج بوتا ہے - پھر اگر کوئی شخص بیج بو کر یا درخت لگا کر وہیں اسکو ختم کر دے اور آئندہ آبپاشی اور حفاظت نہ کرے تو وہ تخم بھی ضائع ہو جاوے گا - اسیطرح انسان کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے - پس اگر انسان نیک عمل کرکے اوس کے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کرے تو وہ عمل ضائع جاتا ہے - تمام مخلوقات مختلف مسلک کی بھی اپنے مذاہب کے فرائض میں پابند ہیں مگر اوسمیں کوئی ترقی نہیں کرتے - اسکی وجہ یہ ہے کہ نیک عمل کے بڑھانے کا خیال اون کو نہیں ہوتا اور رفتہ رفتہ وہ عمل رسم میں داخل ہو جاتا ہے پس مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تو کلمہ پڑھنے لگے - ہندوؤں کے گھر میں ہوتے تو رام رام کرتے -

یاد رکھو کہ بیعت کے وقت توبہ کے اقرار میں ایک برکت پیدا ہوتی ہے - اگر ساتھ اس کے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی شرط لگائے تو ترقی ہوتی ہے - مگر یہ مقدم رکھنا

دین کو دنیا پر مقدم کرنا

تمہارے اختیار میں نہیں بلکہ امداد الٰہی کی سخت ضرورت ہے - جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے - والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا - کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری راہ میں انجام کار راہنمائی پر پہونچ جاتے ہیں - جسطرح وہ دانہ تخم ریزی کا بدون کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا بلکہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے - اسی طرح تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کروگے اور دعائیں نہ مانگو گے کہ خدایا ہماری مدد کر - تو فضل الٰہی وارد نہیں ہو گا - اور بغیر امداد الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے - چور - بدمعاش - زانی - وغیرہ جرائم پیشہ لوگ ہر وقت ایسے نہیں رہتے بلکہ بعض وقت انکو ضرور پشیمانی ہوتی ہے - یہی حال ہر بدکار کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں نیکی کا خیال ضرور ہے - پس اس خیال کے واسطے اسکو امداد الٰہی کی بہت ضرورت ہے - اسی لئے ہر وقت نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا - اوس میں ایاک نعبد - فرمایا - اور پھر ایاک نستعین یعنی عبادت بھی تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں - اسمیں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے - یعنی ہر نیک کام میں - قویٰ - تدابیر - جد و جہد سے کام لینا یہ اشارہ ہے - نعبد - کی طرف - کیونکہ جو شخص نری دعا کرتا اور جد و جہد نہیں کرتا وہ بہرہ یاب نہیں ہوتا جیسے کسان بیج بوکر اگر جد و جہد نہ کرے تو پھل کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے - اور یہ سنت اللہ ہے - اگر بیج بوکر صرف دعا کرتے ہیں تو ضرور محروم رہیں گے مثلاً دو کسان ہیں ایک تو سخت محنت اور کلبہ رانی کرتا ہے یہ تو ضرور زیادہ کامیاب ہوگا - دوسرا کسان محنت نہیں کرتا یا کم کرتا ہے - اسکی پیداوار ہمیشہ ناقص رہے گی جس سے وہ شاید سرکاری محصول بھی ادا نہ کر سکے - اور وہ ہمیشہ مفلس رہے گا - اسی طرح دینی کام بھی ہیں - انہیں میں منافق - انہیں میں کے انہیں میں خدا کے - انہیں میں ابدال - قطب - غوث - بنتے ہیں - اور خدا کے نزدیک درجہ پاتے ہیں - اور بعض چالیس چالیس برس سے نماز پڑھتے مگر ہنوز روز اول ہی ہے اور کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی - نہ ایسے روزوں سے کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتے - بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑے متقی اور عزت کے نماز خواں ہیں مگر ہمیں امداد الٰہی نہیں ملتی - اسکا سبب یہ ہے کہ رسمی اور تقلیدی عبادات کرتے ہیں ترقی کا کبھی خیال نہیں - گناہوں کی جستجو ہی نہیں - سچی توبہ کی طلب ہی نہیں - پس وہ پہلے قدم پر ہی رہتے ہیں ایسے انسان بہائم سے کم نہیں - ایسی نمازیں خدا کی طرف سے ویل لاتی ہیں - نماز تو وہ ہے جو اپنے ساتھ ترقی لے آوے - جیسے طبیب کے زیر علاج ایک بیمار جو ایک نسخہ دس روز استعمال کرتا ہے پر اوس سے اسکو روز بروز نقصان ہو رہا ہے جب اتنے دنوں کے بعد فائدہ نہ ہو تو بیمار کو شک پڑ جاتا ہے کہ یہ نسخہ ضرور میرے مزاج کے موافق نہیں - اور بدلنا چاہئے پس رسم اور رسمی عبادات ٹھیک نہیں -

اپنی زبان میں دعا مانگو

نمازوں میں دعائیں اور درود جو ہیں عربی زبان میں ہیں مگر تم پر حرام نہیں کہ نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگا کرو - ورنہ ترقی نہ ہوگی - خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جسمیں تضرع اور حضور قلب ہو ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں - جیسا کہ فرمایا - ان الحسنات یذھبن السیئات - یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں - یہاں حسنات کے معنے نماز کے ہیں - اور حضور اور تضرع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے - پس کبھی کبھی ضرور اپنی زبان میں دعا کیا کرو - اور سب سے بہتر دعا فاتحہ ہے کیونکہ وہ جامع دعا ہے - جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آجاوے گا تو وہ زمینداری کے صراط مستقیم پر پہونچ جاوے گا - اور کامیاب ہو جاوے گا - اسی طرح تم خدا کی ملنے کی صراط مستقیم تلاش کرو - اور دعا کرو کہ یا الٰہی میں ایک تیرا گنہگار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں - میری راہنمائی کر - ادنےٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازہ پر سوالی ہر روز جاکر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اوس کو بھی شرم آجاوے گی - پھر خدا تعالےٰ سے مانگنے والا جو بے مثل کریم ہے کیوں نہ پاوے - پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پا لیتا ہے نماز کا دوسرا نام دعا ہی ہے جیسے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم - پھر فرمایا - واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان - جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے

ضروری نوٹ { حضرت اقدس کی اس تقریر کو جو اس سے آگے درج ہے ہم پہلے لکھ چکے تھے لیکن یہ مضمون [illegible] }

پس میں بہت ہی قریب ہوں میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے - بعض لوگ اوسکی ذات پر شک کرتے ہیں - پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو - میں تمہیں پکارونگا - اور جواب دونگا - اور تمہیں یاد کرونگا - اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا تو دیکھو - کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دور ہے پکارتے ہو - اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے - وہ شخص تو تمہاری آواز سنکر تمکو جواب دیگا - مگر جب وہ دور سے جواب دے گا تو تم بباعث بہرہ پن کے سن نہیں سکوگے - پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری - دور ہوتی جاوے گی تو تم ضرور آواز کو سنوگے - جب سے دنیا کی پیدایش ہوئی ہے اسبات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہہ بات نابود ہو جاتی کہ اوسکی کوئی ہستی ہے بھی - پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اوس کی آواز کو سن لیں - یا دیدار یا گفتار - پس آجکل کا گفتار قایم مقام ہے دیدار کا ہاں جبتک خدا کے اور اس سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اسوقت تک ہم سن نہیں سکتے جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا - تو اوس کی آواز سنائی دے گی - بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ بند ہو گیا ہے - اسکا اصل میں مطلب یہ ہے کہ اندھا سب کو ہی اندھا سمجھتا ہے - کیونکہ اوس کی اپنی آنکھوں میں جو نور موجود نہیں - اگر اسلام میں یہ شرف بذریعہ دعاؤں اور اخلاص کے نہ ہوتا تو پھر اسلام کچھ چیز ہی نہ ہوتا اور یہ بھی اور مذاہب کی طرح مردہ مذہب ہو جاتا - پس تم ان مردوں کی طرف خیال مت کرو - جو خود بھی مردہ اور اسلام کو بھی مردہ بناتے ہیں یہ تو درحقیقت ایسا مذہب ہے کہ جس میں انسان ترقی کرتا ہوا فرشتوں سے مصافحہ جا کرتا ہے - اور اگر یہ بات نہ تھی تو صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیوں سکھایا - اسمیں صرف جسمانی اموال کی طلب نہیں کی گئی بلکہ روحانی انعام کی طلب ہے - پس اگر تم نے ہمیشہ اندھا ہی رہنا ہے تو پھر تم مانگتے کیا ہو - یہ دعا فاتحہ ایسی جامع اور عجیب دعا ہے کہ پہلے کبھی کسی نبی نے سکھلائی ہی نہیں - پس اگر یہ نرے الفاظ ہی الفاظ ہیں اور اس کو خدا نے منظور نہیں کرنا تو ایسے الفاظ خدا نے پھر کیوں سکھلائے - اگر تمہیں وہ مقام ملنا ہی نہیں تو ہم پانچ وقت کیوں ضایع کرتے ہیں - خدا کی ذات میں بخل نہیں - اور انبیاء اس لئے نہیں آتے کہ اون کی پوجا کی جاوے - بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو تعلیم دیں کہ ہماری راہ اختیار کرنے والے ہمارے ظل کے نیچے آجاویں گے - جیسے فرمایا - إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - یعنی میری پیروی میں تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے - آنحضرت پر محبوب ہونیکی بدولت یہہ سب اکرام ہوئے مگر جب کوئی اور شخص محبوب بنے گا - تو اوس کو کچھ بھی نہیں ملے گا - اگر اسلام ایسا مذہب ہے - تو سخت بیزاری ہے ایسے اسلام سے - مگر ہرگز اسلام ایسا مذہب نہیں - آنحضرت تو وہ مائدہ لائے ہیں کہ جو چاہے اوس کو حاصل کرے وہ نہ تو دنیا کی دولت لائے اور نہ مہاجن بنکر آئے تھے - وہ تو خدا کی دولت لائے تھے اور خود اوس کے قاسم تھے پس اگر وہ مال دنیا نہیں تھا - تو کیا وہ کٹھڑی واپس لیگئے - پھر سچ ہے جس شخص کے پاس روشنی موجود نہیں وہ کیسے دعوے کر سکتا ہے - کہ میں روشنی رکھتا ہوں اور تقسیم کر سکتا ہوں - دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا - انبیاء تو علے وجہ البصیرۃ ہوتے ہیں - پس جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ وہ بصیرۃ کسی کو نہیں ملے گی - تو گویا یہہ خود اس دنیا سے اندھے ہی جاوینگے -

اگر انکا ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سچا ہوتا تو یہہ یقین رکھتے کہ وہ آسمانی مال تقسیم کرنے آئے تھے اور انکا مقصد وہ نہ ہوتا کہ یہ امت تمام امتوں سے فوقیت حاصل کرے گی - حالانکہ مانتے ہیں کہ حضرت موسےٰ کی ماں کو وحی ہوئی تھی اب بتاؤ کہ انکے مردوں کو بھی کبھی ایسی وحی ہوئی ہے - لاہور میں ایک مولوی سے میری بحث ہوئی محدث کے لفظ پر کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ محدث وہ ہے جو خدا سے مکالمہ کرے اور یہ بات حضرت عمرؓ کے متعلق بھی تو اوس مولوی نے جواب دیا کہ چونکہ اسلام کو آنحضرت کے بعد مکالمہ الٰہی نصیب نہیں اسلئے حضرت عمرؓ کو یہہ عہدہ نصیب نہیں ہوا - گویا امت میں تو دجال ہی آتے رہیں گے -

مسیح کے متعلق جس زمانہ کی اطلاع احادیث وغیرہ میں دیگئی ہے وہ یہی زمانہ ہے - سورہ نور اور بخاری میں - منکم کا لفظ صاف ہے - آثار تمام نمودار ہو گئے ہیں - کسوف و خسوف رمضان میں ہو گیا - طاعون آگئی - یہہ کیسے کیسے نشان تھے - لیکن لوگ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے - نہ تو یہہ ہارتے ہیں - اور نہ خدا ہارنے والا ہے - آخر تم جانتے ہو کہ نتیجہ کیا ہوگا - یہی کہ وہ پاک خدا جیتے گا - باوجود اسقدر کھلے نشانات کے جواب یہہ دیتے ہیں کہ تیس دجالوں میں سے یہہ بھی ایک دجال سہی - او کمبختو تمہارے عقیدہ میں دجال ہی دجال رہ گئے ہیں - بیرونی اور اندرونی بلائیں تم پر آئیں - اور خدا کی طرف سے بھی آیا تو دجال ہی آیا - اول تو تم خود بخود مرتے جاتے تھے - ایسی حالت میں خدا نے یہہ سلوک کیا کہ مرتے کو مارنے کی تجویز ٹھہرائی - کیا خدا کو تم سے کوئی ایسی ہی سخت عداوت تھی کہ سختی پر سختی کر رہا ہے - یہہ انسانی غلطیاں ہیں - تم لوگ ان سے ہوشیار رہو - خدا بڑا کریم و رحیم ہے - جب کسی کپڑے پر ہلکہ گند رہجاتا ہو تو اسکو فکر لگ جاتی ہے کہ اسکو صاف کرایا جاوے - پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا پر سو کی جگہ ایک سو بیس برس گذر گئے پر خدا نے تجدید دین کی کوئی تجویز نہ کی اور بجائے تجدید کے دجال بھیجکر اون کی تخریب کی - اسوقت ہم لاکھ مسلمان عیسائی ہو چکا ہے - یہہ وہ قوم تھی اگر اسمیں سے ایک شخص بھی عیسائی ہوتا تھا تو حشر برپا ہو جاتا تھا دوسری طرف ایک اور خبیث قوم نے سر اٹھایا ہے وہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر آریہ بنا رہی ہے مگر ان ہمارے مسلمانوں کو یہی خیال آتا ہے کہ ابھی ہمارے اندر دجال ہی پیدا ہوا ہے - اور خدا نے بھی ان کے ساتھ یہہ دھوکہ کیا کہ دجال کو صدی کے سر پر بھیجا تا کہ ان کی رہی سہی امید بھی باقی نہ رہے - معلوم ہوا کہ تمہارے اندر بڑے بڑے خبث اور گناہ پوشیدہ ہیں جنکی تمہیں یہہ سزا مل رہی ہے - خدا تعالیٰ نے تو فرمایا ہے - إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ - ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی محافظت کریں گے یعنی جب اس کے معانی میں غلطیاں وارد ہوں گی تو اصلاح کے لئے ہمارا مامور آیا کریگا - پس تم میرے اوپر خیال مت کرو - بلکہ صدی کے ابتدا اور بیرونی حملوں - اور اندرونی اعمال کو دیکھکر - تم خود غور اور فکر کرو کہ آیا دجال کی ضرورت ہے - یا مہدی اور مسیح کی -

تعصب بڑی بلا ہوتی ہے - تعصب والوں نے تو کسی رسول کو بھی نہیں مانا - اور اونکو دوکاندار قرار دیا ہے - حالانکہ وہ خدا کی طرف بلاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ضرور ہمیشہ ساتھ ہی رہے اور رہیگی - قرآن کریم کا ابتدا - بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہے - رحمان بے مانگے دینے والا - اور رحیم محنت کو نہ ضائع کرنے والا - پس اسوقت رحمانیت اور رحیمیت کہاں گئی - سوچو تو سہی کہ یہہ اون کے مناسب حال ہے یا کیا؟ اصل میں جب انسان تعصب پر آتا ہے - تو آنکھ دھندلی ہو جاتی ہے اور جب اوسمیں ترقی کرتا ہے تو وہ نور چھین لیا جاتا ہے - پس ہدایت پانے کا طریق اشتہار بازی نہیں - ان لوگوں سے پوچھو کہ تم ایک دفعہ بھی میرے پاس آئے ہو - اور اپنے اعتراضات کا جواب پوچھا ہے - یا تم نے میری تصانیف کو بھی دیکھا ہے - تو جواب دیتے ہیں کہ میاں ہم کو ان باتوں کی فرصت نہیں - پھر تم نے جھٹ دجال کا فتویٰ کیوں لگا دیا - پھر بتاؤ ہم نے دین میں کون سی تحریف کی ہے - تم تو ہم سے نماز اور روزہ کا نام لیتے ہو - اور میں کہتا ہوں کہ اسکی روحانیت لو - صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ وہ خدا کہتا ہے جس نے مجھے مامور کیا ہے - اور یہ اس لئے کہ تمہارے پوست میں کیفیت داخل ہو جاوے -

ہاں تمہارے ہمارے درمیان مسیح کا جھگڑا ضرور ہے - لیکن خدا کی کلام سے زیادہ سچا گواہ اور کوئی نہیں ہو سکتا - ہمیں دوسرے کے قول سے کیا غرض ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول - حق اور سچ ہیں - مگر جو قرآن کریم کے خلاف نہ ہوں - پس ہمیں ایمان محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے قصوں پر جو احادیث میں درج ہیں - قرآن کریم کو مقدم رکھیں - پس ہم تو قرآن کریم کو ترجیح دیتے - اور جو احادیث قوی اور صحیح ہیں وہ ضرور قرآن کے ساتھ ہیں - اور ہمارے دعوے میں ہماری موید ہیں - پس ہمارا اور ان لوگوں کا اور کوئی اختلاف نہیں بجز اس کے کہ یہ پوست پر قناعت کرتے ہیں - اور ہم مغز کو چاہتے ہیں -

مسیح کی موت کا قرآن نے خود - فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي - میں فیصلہ کر دیا ہے - اگر ہم قبول کریں کہ مسیح ناصری آجتک زندہ ہے تو ہمیں یہ بھی قبول کرنا پڑیگا کہ عیسائی بھی آجتک راہ راست پر ہیں - اور اسکی قرآن کریم خود تردید کرتا ہے - تَكَادُ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ يَتَفَطَّرْنَ - الآیۃ میں - مجھے میرے خدا نے ہزارہا وجوہ میں مامور کیا ہے - اور وہ وہی بات ہے جو تیرہ سو برس پہلے سے لکھی ہوئی تھی - ہمارا اور انکا کوئی جھگڑا نہیں - اگر شرم و حیا اور ایمان ہو - یہ بھی نہ سہی - کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کل لوگ مسلمان ہو گئے تھے - نہیں - مگر جو ہی کر سکے حق میں سعادۃ تھی - پس ہمارا کام تو سمجھانا ہے - پس جو شخص مسیح کو زندہ مانتا ہے وہ جھوٹا ہے اور خدا کا منکر ہے - اور جسکو خدا نے مامور کیا ہے اوسکو تو تازہ علم اوسکی وفات کا دیا ہے - پھر اگر انہوں نے مسیح کو ماننا نہیں تو وہ حکم کس بات کا ہوگا - اور ہر ایک مذہب والا اوسکا فیصلہ کسطرح مانیگا - حکم کا لفظ تو صاف دلالت کرتا ہے کہ ضرور اون لوگوں میں اختلافات اور اغلاط ہونگے جنکا وہ آکر فیصلہ کریگا - پس ہم تو سچا اتباع نبی کریم اور ترک اغلاط طلب کرتے ہیں اور بس -

پس ہمارے لوگ ہمارے مخالفین سے سختی سے پیش نہ آیا کریں - اون کی درشتی کا نرمی سے جواب دیا اور ملاطفت سے سلوک کریں - چونکہ یہہ خیالات مدت مدید سے اون کے دلوں میں ہیں رفتہ رفتہ ہی دور ہونگے - اسلئے نرمی سے کام لیں - اگر وہ سخت مخالفت کریں - تو اعراض کریں - مگر اسبات کے لئے اپنے اندر قوت جاذبہ پیدا کرو - اور وہ قوت جاذبہ اوسوقت پیدا ہو گی جب تم صادق مومن ہوگے - اور اگر تم صادق نہیں تو تمہاری نصیحت ایسی ہے - جیسے پرنالہ کا پانی جو جب فساد ہوتا ہے - پس صادق کے واسطے ورزش کی اشد ضرورت ہے - جیسے ایک پہلوان کے سامنے تمہاری کیا ہستی ہے کہ مقابلہ کر سکو - اگرچہ وہ بھی تمہارے جیسا آدمی تھا - جسمانی نشوونما میں اوس نے ترقی اور ورزش کر کے یہ طاقت حاصل کی - پس تم روحانی قوی میں ورزش کر کے روحانی پہلوان یعنی صادق مومن ہو - جو شخص اپنا نشو نما نہیں کرتا - وہ تو اپنے کنبہ کو بھی درست نہیں کر سکتا - پس قوت روحانی پیدا کرو دیکھو نبی - رسول - سب ایک ہی زمین کے ہیں - مگر وہ صادق اور جاذب تھے - دل کی نرمی اور کمزوری جدا چیز ہے - روحانی قوت ہونی چاہئے - ہاں نفس میں ہی وہی سعادت ہو

نوٹ ضروری - صفحہ ۱۳ پر جو مضمون جنات کے متعلق چھپا ہے اس کے آخر میں نام دیا گیا ہے وہ مولوی محمد افضل صاحب کی ذاتی رائے ہے - ضرور نہیں کہ اکابران سلسلہ اس رائے کے پابند ہوں - ایڈیٹر

...تے ہیں جنکو کچھ مناسبت ہوتی ہے۔ مثلاً۔ انجن ... مردہ ہے تو فائدہ نہیں دے سکتا ہے۔ اگر خوب ... ہے تو سو گاڑی بھی لے جاویگا۔ پس گرماور پڑتا اثر سو من ہو۔ اس ہماری جماعت کے واسطے خدا کا وعدہ ہے کہ دنیا میں پھیلے گی۔ پھر اگر طاقت والے اور اس کے پھیلانے والے اور لوگ ہونگے تو تم نے کیا حاصل کیا۔

اب سوال یہ ہوگا کہ طاقت کسطرح پیدا ہوتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ صادق اور پکا بندہ بن جاوے تاکہ کسی زلزلہ سے برگشتہ اور منہ پھیرنے والا نہ ہو۔ صحابہ کرام سارے ہی باخدا اور عاشق تھے مگر آنحضرت اون سے بڑھ کر ایسے وفادار تھے کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی لئے آپ کو ... اور درندوں اور خاردار کانٹوں والا جنگل اس سے درندے حیوانات انسانی شکل میں دکھلائی گئے پھر ملک بھی ایسا اونکے سپرد کیا کہ جس سے بڑھکر دنیا میں کوئی شریر النفس نہ تھا۔ پھر آپ نے ایسے وقت پر کہ تمام مردہ اور فساد کی جڑ تھے جیسے فرمایا ظہر الفساد فی البر والبحر۔ ... گئے ایسے وقت پر کہ فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی اذا جاء نصر اللہ والفتح الآیہ۔ ... کو ہم پڑھتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی نعمت الٰہی اور قوت جاذبہ آنحضرت کے اندر تھی۔ پس خدا کے خاص بندوں اور غیروں میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ قوت ایمانی اور استقامت ... ہو۔ کہ کسی رکاوٹ شدید سے باز نہ رہے۔ ... سے جسکو جتنا حصہ ملا ہے اتنا ہی وہ ... کا موجب ہوگا میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ... کے واسطے تین باتیں یاد رکھو۔ (۱) نفس امارہ کے مقابل پر تدابیر اور جد وجہد سے کام لو۔ (۲) دعاؤں سے کام لو۔ (۳) سست اور کاہل نہ ہو اور تھکو نہیں۔

ہماری جماعت بھی اگر بیج کا بیج ہی رہیگی تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جو ردی رہتے ہیں خدا انکو ... نہیں۔ پس۔ تقوی۔ عبادۃ اور ایمانی حالت میں ترقی کرو۔ اگر کوئی شخص مجھے دجال اور کافر وغیرہ ناموں سے پکارتا ہے تو تم اسبات کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ جب خدا میرے ساتھ ہے تو مجھے ان کے ایسے بدکلمات اور گالیوں کا کیا ڈر ہے۔ فرعون نے حضرت موسے علیہ السلام کو کافر کہا تھا۔ ایک زمانہ ایسا آگیا کہ پکار اٹھا۔ کہ میں اوس خدا پر ایمان لایا جس پر موسی اور اوس کے متبع ایمان لاتے ہیں۔ ایسے لوگ یاد رکھو کہ مخنث اور نامرد ہوتے ہیں۔ یہہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے ایک بچہ بعض اوقات اپنی ماں اور باپ کو بھی ناسمجھی کی وجہ سے گالی دیدیتا ہے۔ مگر وہ بچے اور شخص کو کوئی برا نہیں سمجھتا۔

پس یاد رکھو کہ نری بیعت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کچھ بھی سود مند نہیں۔ جب کوئی شخص شدید بیمار ہے مرنے کے قریب ہو جائے۔ یا شدۃ بھوک سے مرنے تک پہنچ جاوے۔ تو کیا اوس وقت ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ کھانیکا اوسکو موت سے بچا لیگا۔ ہرگز نہیں۔ جسطرح اوس بدن کو بچانیکے واسطے کافی خوراک اور کافی پانی بہم پہنچانے کے سوائے مفر نہیں۔ اسیطرح پورے ... ہے۔ تھوڑی سی نیکی سے تم بھی بچ نہیں سکتے۔ پس اس دہوکہ میں نہ رہو کہ ہم نے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیا ہے اب ہمیں کیا غم ہے۔ ہدایت بھی ایک موت ہے جو شخص یہ موت اپنے اوپر وارد کرتا ہے اوسکو پھر نئی زندگی دی جاتی ہے۔ اور یہی اصفیاء کا اعتقاد ہے۔ اللہ تعالے نے بھی اسی ابتدائی حالت کیواسطے فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم۔ یعنی پہلے اپنے آپ کو درست کرو اپنے امراض کو دور کرو۔ دوسروں کا فکر مت کرو۔ ہاں بات کو اپنے آپکو درست کرو۔ اور انکو دوسروں کو بھی کچھ ہدایت کردیا کرو۔ خدا تعالے تمہیں بخشے اور تمہارے گناہوں سے تمہیں مخلصی دے۔ اور تمہاری کمزوریوں کو تم سے دور کرے۔ اور اعمال صالح اور نیکی میں ترقی کرنے کی توفیق دیوے۔

(آمین)۔ والسلام

بہ تسلسل مضمون صفحہ ۶ کالم ۲

قادیان والوں کا خاص احترام

گو حفظ مراتب کی تدقیق ہمارے حضرت ہمیشہ اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے ہیں۔ اور عام طور پر بھی مراتب اور مدارج کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ سیالکوٹ کے بھائیوں نے دار الامان کے مسافروں اور مہمانوں کا اس تقریب پر خاص احترام کیا جس سے جماعت سیالکوٹ کی اس محبت کا پتہ لگتا ہے۔ جو اسے اپنے آقا و محبوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ہے۔ ورنہ ہم اپنے اندر کوئی خاص قابلیت اور فخر ایسے احترام کے لئے بہ استثناء بزرگان ملت نہیں رکھتے ہاں بزبان سعدی ہم کہہ سکتے ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے ۔ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔ کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ۔ ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہر شخص کو تو یہ کہنے کا موقعہ تھا کہ جمال ہمنشیں در من اثر کرد۔ لیکن ہم خدا تعالے سے اس اثر کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں۔ دار الامان والوں کے لئے خصوصیت یہ التزام تھا کہ ہر شخص کا کھانا اسکے مکان پر پہونچا دیا جاتا تھا۔ اور ایسا ہی دوسرے ضعفاء اور بعض احباب کو انکی حسب خواہش کھانا ... کے مکان پر پہونچایا جاتا اور باقی سب احباب کو ایک وسیع صحن میں حسب دستور کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ مہمان نوازی کے پورے لوازمات کو ان لوگوں نے ادا کیا ہر شخص جس کے سپرد جو خدمت تھا اسنے نہایت دیانتداری اور کمال مستعدی کے ساتھ اسے ادا کیا اسلئے ہم کسی خاص شخص کے متعلق کچھ ذکر نہیں کر سکتے کیونکہ ہر ایک ممبر جماعت سیالکوٹ کا خاص تعریف اور شکر گذاری کے قابل ہے۔ خدا کرے کہ اس قسم کی محبت۔ استقلال۔ اور فروتنی اور محبت و یگانگت ہم سب میں پیدا ہو۔ اسکے بعد اگر کسی جماعت نے کبھی اعلی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کو دعوت دی تو امید ہے کہ سیالکوٹ کی جماعت کا انتظام اور انصرام ہمیشہ نمونہ سمجھا جاویگا۔ ہم اس سلسلہ میں مخدومنا حکیم میر حسام الدین صاحب کا خاص ذکر کریں گے اور کسی دوسرے مقام پر۔ انشاء اللہ العزیز)

ہاں اسقدر اور اضافہ ذکر ناضروری معلوم ہوتا ہے کہ جماعت لاہور کے بعض معزز ارکان مثل خلیفہ رجب الدین صاحب اور میاں معراج الدین صاحب نے بھی اس تقریب پر انتظامی امور میں جماعت سیالکوٹ کا ہاتھ بٹانے میں سرگرمی دکھلائی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

خیر مقدم

ہم اوس مضمون کے سلسلہ میں کچھ ایسے محو ہو گئے کہ اس امر کا ذکر نہیں کر سکے کہ اعلی حضرت حجۃ اللہ کے داخلہ شہر میں جماعت سیالکوٹ کی طرف سے چھپا ہوا خیر مقدم بھی تقسیم ہوا تھا اور اکثر جگہ خصوصاً اس محلہ اور ان مکانات میں جہاں مہمان فروکش تھے لگایا گیا۔ اس خیر مقدم پر مندرجہ ذیل دو شعر تھے۔

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر تو بود زمزمہ شادی ما
سایہ گستر باد یا رب برسر شیدائے ما
حضرت مہدی ما عیسے ما مرزائے ما

غرض

اعلی حضرت ۲۷ کی شام کو خدا تعالے کے فضل و کرم سے خیریت کے ساتھ سیالکوٹ پہونچے اور اسی محلہ میں جہاں قریباً ۔ برس پیشتر آپ ایک گمنامی کی حالت میں رہ چکے تھے آج ایک عظیم الشان امام کے رنگ میں فروکش ہوئے۔ اسی سلسلہ مضمون میں حضرت اقدس سیالکوٹ میں کیفیت ایک ایک جدا عنوان ہے۔

مہمانوں کی کثرت آنا فانا بڑھ رہی تھی۔ اور ہر آنیوالی ٹرین ایک معقول تعداد مسافروں کی اس تقریب پر لا رہی تھی۔ جنکو نہایت مسرت کے ساتھ میزبانان سیالکوٹ

اھلاً و سہلاً و مرحباً

کہنے کو تیار رہتے تھے۔

پہلا جمعہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جمعہ کا دن تھا اسلئے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ اسی مسجد میں جو اعلی حضرت کی فرودگاہ کے بالکل ملی ہوئی ہے اور میر حکیم حسام الدین صاحب کی مسجد کہلاتی ہے۔ وقت مقررہ سے پہلے ہی جمع ہو گئی تھی۔ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ سورۃ جمعہ پر پڑھا۔ ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خطبہ قلمبند نہیں کیا جا سکا ورنہ وہ بہت ہی ضروری تھا۔ اگر خدا تعالے نے چاہا اور حضرت مولانا کو توفیق ملی تو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ کسی وقت خود اسے بطور ایک مضمون کے لکہدیں۔ بعد نماز جمعہ بہت سی مخلوق بیعت کے لئے آگے بڑھی۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
وَانْتَهَىٰ أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا
أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ

مسیح ابن مریم کا تو یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں بارہ سو آدمی مرتد ہو گیا تھا۔ اور یہاں یہ حال تھا۔ کہ کثرت کے ساتھ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ براہین احمدیہ میں مندرجہ حاشیہ ایک الہام چھپا ہوا موجود ہے۔ اور یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جو عرصے سے پوری ہو رہی ہے۔ سیالکوٹ والوں نے اپنی آنکھ سے اسکو پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا۔ یہہ ناممکن اور محال تھا کہ سب لوگ حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے اسلئے یہ قرین مصلحت سمجھا گیا کہ لاہور کی طرح پگڑیاں ڈالدی جاویں۔ چنانچہ بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں ڈالدی گئیں اور اسطرح پر مختلف جماعتوں نے بیعت توبہ کی۔

بیعت کے بعد اعلی حضرت حجۃ اللہ نے مناسب موقع وہ تقریر کی جو ہم نے صفحہ ۴ پر درج کی ہے اور صفحہ ۸ کے دوسرے کالم تک چلی گئی ہے۔

حکیم الامت کی مجلس پر ایک نظر

حضرت حکیم الامت اپنے اس خداداد فن طبابت اور کلام اللہ کی قرآن فہمی ایثار اور بنی نوع انسان کی خدمت کے جوش میں پنجاب ہی نہیں بلکہ دور دور تک مشہور ہیں اور خاص سیالکوٹ تو اسوجہ سے کہ جموں میں آپ ایک مدت دراز تک ریاستی طبیب رہ چکے ہیں پوری شہرت رکھتے ہیں پس آپ کا ورود سیالکوٹ والوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھا ہر قسم کے روحانی اور جسمانی مریض آپ کے دروازہ پر آ موجود ہوئے۔ یہہ دیکھکر اکثر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ستر برس کے قریب کا ایک بوڑھا بغیر کسی قسم کے تکیہ یا سہارہ کے کسطرح دن بھر مختلف امراض کے مریضوں کو دیکھتا رہتا ہے اور تھکتا نہیں اور صرف یہی کام نہیں۔ کوئی آتا ہے اور ایک اعتراض قرآن کریم یا اسلام پر یا حضرت اقدس کی ذات پر کر دیتا ہے اس کے لئے لمبی لمبی تقریریں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ کہانے کے اوقات میں غیر معمولی توقف ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر یہ کس بلا کا انسان ہے جو نہیں تھکتا۔ یہہ نکتہ ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں ہے اسکے لئے ایمان کی چاشنی ہونی چاہئے۔ یہہ لوگ جسمانی غذا سے نہیں بلکہ روحانی غذا سے زندہ ہیں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب خدا تعالے کا ارشاد ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ زمانہ اور حوادث کا اثر انکے جسم پر ہوتا ہے لیکن ذکر الہی جو ہروقت انکی مجلس میں ہوتا رہتا ہے۔ اور یہہ کرتے رہتے ہیں وہ انکو قویٰ کی تقویت اور نشو ونما کا باعث ہے۔ غرض

آپ کا شغل یہی رہا کہ روحانی اور جسمانی مریضوں کا مداوا کرتے رہے۔ شہر کے مختلف حصوں میں بھی آپ کو بعض مریضوں کے دیکھنے کے واسطے جانا پڑا۔ اور مختلف مذاق اور مختلف خیال کے لوگوں سے مذہبی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ آپ نے ایک جامع وعظ بھی انہیں دنوں میں فرمایا جو ہم انشاء اللہ کسی دوسری جلد درج کریں گے۔

حضرت اقدس کی ناسازی طبع

ناظرین پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ گورداسپور سے واپس آکر کفت سرد وغیرہ وجوہات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت کسیقدر ناساز ہو گئی تھی۔ اور جو لوگ آپ کے فیض صحبت سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ذرا سی غیر معمولی محنت اور تکلیف آپ کی پرانی بیماری بردِ اطراف کی محرک ہو جاتی ہے۔ اسلئے ابھی طبیعت پورے معنوں میں بحال نہ تھی جو سفر سیالکوٹ اختیار کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی کی تعمیل میں یعنی **لا تصعر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من الناس** کے ارشاد کے موافق وہاں ۲۸ - اکتوبر ۱۹۰۴ء کو انبوہ خلائق میں زیادہ دیر تک بیٹھے رہنے اور تقریر کرنے کی وجہ سے حضور کی طبیعت دوران سر وغیرہ سے ناساز ہو گئی۔ اسلئے ۲۹ اور ۳۰ - اکتوبر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف نہ لا سکے اس عرصہ میں مہمانوں کی اور بھی کثرت ہو گئی۔ ان دو دنوں میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فارغ نہیں رہے بلکہ بہت سے زن و مرد مختلف اوقات میں داخل سلسلہ ہوتے رہے اور حضور انہیں شامل سلسلہ کرتے رہے اور مناسب موقع پند و نصائح سے کام لیتے رہے۔

قادیان کو واپسی کا ارادہ

مہمانوں کی روز بروز کثرت ہو رہی تھی اور ہر ٹرین میں آنے جانے والے مسافر تیار رہتے تھے کہ یہ سلسلہ آمد کا برابر جاری ہے اسلئے اعلیٰ حضرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا حد سے زیادہ مخلوق کا مجمع ہو کر جماعت سیالکوٹ کے لئے ابتلا کا موجب نہ ہو جاوے اس لئے آپ نے ۳۱ - اکتوبر ۱۹۰۴ء کو واپسی کا ارادہ فرمایا واپسی کی خبر جماعت سیالکوٹ کے کانوں میں پہنچنا تھا کہ وہ قریباً بدحواس ہو گئے پاس ادب سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے دل تھا کہ اندر ہی بیٹھا جاتا تھا حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں میر حکیم حسام الدین صاحب نے حضور کے اس ارادہ کو بہت ہی محسوس کیا اور اس پیرانہ سالی میں اس خبر سے بہت ہی مضمحل ہو گئے۔ آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ کر اور اس ارادہ کے التوا کے لئے عرض کیا اور اپنے ذخائر خوردنی اور سامان دعوت کی فراہمی اور کثرت کا ذکر کیا۔ حضرت اقدس کو میر صاحب موصوف کی خاطر بہت ہی عزیز ہے حضور نے اس ارادہ کو ترک فرما دیا اور ۳ - نومبر تک ملتوی کر دیا۔

حضور کے اس ارادہ واپسی سے یہ ثابت ہوا کہ آپ اپنے خدام پر حد سے زیادہ مہربان اور انکے سود و زیاں کو اپنا سود و زیاں سمجھنے والے ہیں یہ پسند نہیں کیا کہ میں یہاں بیٹھا رہوں اور جماعت کو تکلیف ہو خدا کے واسطے ناظرین حضرت کے اس فعل کا ان پیروں اور شاہجیوں سے مقابلہ کریں جو اپنی سالانہ یا ششماہی ٹیکس کے وصول کرنے کے لئے دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پرواہ نہیں کرتے کہ مرید مرے یا بچے مگر ان کا نذرانہ ادا کرے۔ چونکہ ان کی اس قسم کی فطرت پست ہوتی ہے انکے بالمقابل مرید اسے جو سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ دفع ہو۔ یہانتک کہ بعض اوقات مرید و مرشد میں نوبت تکرار بھی پہونچ جاتی ہے۔ جب حالت ایسی ہو تو ایسی صورت میں مرشد کیا فیض پہونچا سکتا ہے اور مرید کیا فائدہ پا سکتا ہے وہ رشتہ اور وہ تعلق جو دونوں میں قائم ہونا چاہئے نہیں ہوتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

آپ تو ڈوبے تھے برہمن ساتھ لیا جمان

برخلاف اس کے حضرت مسیح موعود کا یہ نمونہ اور یہ فعل آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے اور ساتھ ہی بالمقابل انکی صداقت اور حقیقت اور فیض صحبت کے اثر کی زبردست دلیل وہ فعل ہے جو جماعت سیالکوٹ سے سرزد ہوا یعنی انکو سرخ موت نظر آتی تھی کہ اعلیٰ حضرت اسقدر جلد وہاں سے رخصت ہوا کریں۔ وہ اپنا جان و مال نہ صرف اس پاک ذات پر نثار کرنے کو ہمہ تن آمادہ تھے بلکہ اپنے پیاروں کی خدمت کے لئے بھی انکے گھر وقف اور دروازے کھلے تھے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

یہ ایک لمبا مضمون مرشد و مرید کے تعلقات کی اصل غرض و مقصد پر لکھا جا سکتا ہے لیکن ہم اسی پر بس کرتے ہیں اور عقلمندوں کے غور کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

عرض

جماعت سیالکوٹ کے اس اظہار محبت اور اصرار پر حضرت اقدس نے اپنا ارادہ ۳ - نومبر ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا۔ اب اس التوا ارادہ اور قیام سہ روزہ میں یہ تجویز ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے ایک پبلک لیکچر اسلام پر دیا جاوے

لیکچر کا ارادہ

چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض و مقصد زندگی احیاء اسلام اور تبلیغ اسلام ہی ہے آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ باوجود اس ضعف و دورہ مرض کے اس امر کو پسند فرمایا کہ آپ کا ایک پبلک لیکچر ہو۔ ۳۰ - اکتوبر کو یہ تجویز ہوئی اور ۲ - نومبر ۱۹۰۴ء کو یہ لیکچر دیا جانا تجویز ہوا۔ دو تین دن کے قلیل عرصہ میں اس ضعف و ناتوانی کی حالت میں لیکچر کا طیار کرنا آسان امر نہ تھا لیکن خدا کی تائید اور نصرت جس شخص کے شامل حال ہو وہ سب تکلیفوں اور مشکلات پر فتح پا لیتا ہے۔

لیکچر کی طیاری بھی ایک نشان ہے

اگر انصاف سے غور کیا جاوے تو آپکا اس لیکچر کو طیار کرنا جو ۲ نومبر کو ایک بڑے مجمع میں پڑھا گیا عظیم الشان معجزہ ہے اور ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ جس قدر عظیم الشان تحدی کی کتابیں حضور کے قلم سے نکلی ہیں وہ ایسی ہی جلدی اور حالت ضعف و مرض میں لکھی گئی ہیں جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ انسانی طاقت کا کام نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی نصرت اور تائید ہے۔

[illegible]

۳۱ - تاریخ تک حضرت باہر تشریف نہ لا سکے اور اس عرصہ میں ناظرین بے قرار اور مضطرب دیوانہ وار آپ کے ایوان کے نیچے سڑک پر ہی پھر رہے تھے اور کسی نہ کسی حیلہ سے چاہتے تھے کہ زیارت ہو جاوے مگر حضور کی ناسازی اسپر بیعت مستورات کا سلسلہ پھر مضمون لیکچر کے لکھنے کا ارادہ سب باتیں مل ملا کر انہیں مایوس کرتی تھیں اور جوں جوں دیر ہوتی تھی اسیقدر جوش زیارت بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس قدر ہو کے اضطراب اور جذبہ عشق نے اپنا کام کیا اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کی زیارت کے لئے بہت لوگ جمع ہیں اور سخت گھبرائے ہوئے ہیں خواہ ایک دو منٹ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

یہ ۳۱ - اکتوبر کا دن تھا اور بعد دوپہر عرض کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے ابھی مضمون بھی شروع نہیں کیا اب میرا ارادہ ہے کہ اسے لکھوں اور بیعت کا سلسلہ بھی کثرت سے جاری ہے۔ اگر میں نیچے اترونگا تو پھر مضمون رہ جائیگا۔

اسپر عرض کیا گیا کہ حضور صرف ایک دو منٹ کے لئے اس دریچہ میں بیٹھ جاویں اور لوگ گلی میں کھڑے ہو کر زیارت کر لیں گے۔ اس تجویز کو حضور نے منظور فرمایا کہ سڑک کے قریب دریچہ میں سے لوگ زیارت کر لیں۔

اسوقت وہ کوچہ آدمیوں سے پٹا پڑا تھا جس میں ہندو مسلمان۔ بوڑھے جوان سب موجود تھے اس کوچہ سے لیکر بازار تک اور مسجد اور مکانوں کی چھتوں پر آدمی ہی آدمی تھے۔ اور کوچہ میں تو اسقدر انبوہ تھا کہ اگر کوئی تھالی پھینک دیجاتی تو یقیناً یقیناً سروں ہی پر سے چلی جاتی۔

اس انبوہ اور ازدحام کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ مبادا کوئی بوڑھا یا کمزور آدمی نیچے آکر نہ کچلا جاوے کیونکہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ ہم کن الفاظ میں ان نظاروں کو ناظرین کے سامنے پیش کریں وہ وقت قابل دید تھا اور بے اختیار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ کی زبان میں مخاطب کر کے کہا جاتا تھا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لو جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

آخر کوئی ایک ہی منٹ میں حضرت اقدس محض اس خیال سے کہ کوئی ضعیف و ناتوان کچلا جاوے گا۔ اٹھ گئے۔ اور لوگ حسرت دیدار دل ہی میں لیکر منتشر ہو گئے۔

یہ غنا ذاتی بھی صداقت کا نشان ہے

اس مقام پر ہم اپنے ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اس دنیا کے تعلقات سے بالکل الگ ہوتے ہیں وہ جبراً قہراً باہر نکالے جاتے ہیں ورنہ وہ اپنے گوشہ تنہائی کو پسند کرتے ہیں اور پھر مامور ہونے کے بعد انہیں ایک خاص قسم کا غنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی غنا انکے حق پر ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔

لاہور میں جب حضرت اقدس کئی دن تک باہر تشریف نہ لائے۔ تو بازاروں اور لوگوں میں عجیب عجیب قسم کی چہ میگوئیاں ہوتی تھیں جن کی تردید ہم نے روزانہ پیسہ اخبار کے ذریعہ سے کی تھی + بہرحال ان دنوں ہم کو ایک اخبار نویس کے دفتر میں اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اور اس نے ہم سے پوچھا کہ اگر یہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو باہر کیوں نہیں نکلتا! ہم نے اس سے کہا کہ جس امر پر آپ ٹھوکر کھاتے ہیں وہی اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔ اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل۔ مگر اس دلیل کے سمجھنے کے لئے انصاف شرط ہے۔ دیکھو! اگر یہ شخص خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اسکا مقصد اور غرض دنیا کو ٹھگنا ہوتا جیسا کہ بعض احمق خیال کرتے ہیں تو اس کو چاہئے تھا کہ باہر آکر بیٹھتا اور مریدوں کے حلقہ میں شہر میں ادہر ادہر پھرتا کیونکہ آدمیوں کے ساتھ تعلقات بڑھانا ہی تو اسکی غرض ہوتی۔ مگر وہ تو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ بزرگان ملت جیکو ناعاقبت اندیش سوء ظن کا مورد بناتے ہیں وہ بھی تو اس کو میں نہیں کہ کیا دنیا طلب اور منصوبہ باز ایسے ہوتے ہیں اور نہیں اسی قسم کا غنا ہوتا ہے آپ ایمان سے کہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ لوگوں کو پھانسنے والا شخص متقی باوجود یکہ لوگ اس سے ملنے کی آرزو کریں اور وہ نہ ملے؟ اسپر ایک اخبار نویس سے کوئی جواب تو نہ بن آیا بجز اس کے کہ کہدیا کہ آپ تو

اعتقادِ من بس است

کے مصداق ہیں۔ ہم نے کہا کہ اعتقاد یونہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کوئی قابلیت اور روح اس شخص میں نہ ہو۔ آپ میری بات کا جواب دیں کہ جو اعتراض آپ کی تکذیب دعوے کے رنگ میں کیا جاتا ہے وہی تصدیق دعویٰ کی دلیل ہے یا نہیں اسپر اسے خاموش ہی ہونا تھا۔

پس

اصل یہ ہے کہ یہ استغنا ان لوگوں کا فی الحقیقت انکی سچائی کی دلیل ہے وہ مخلوق سے بلحاظ انکی ہمدردی اور خیرخواہی کے بہت ہی قریب ہوتے ہیں مگر مخلوق کی طرف اپنی احتیاج سے بہت ہی دور ہوتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ابنا دنیا ان باتوں کو جو خیر و خوبی کی ہیں اور جو سراسر حسن ہیں بد نما دیکھتے ہیں۔ اور یہ آج ہی نہیں ہوا ہمیشہ سے اسیطرح ہوتا آیا ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو اسی مقام پر ٹھوکر لگی ہے جہاں معارف و حقائق کا خزانہ ہوتا ہے۔

اسلئے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول لاریب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ عیسائیوں اور آریوں نے قرآن کریم کے جس مقام پر اعتراض کیا ہے غور سے دیکھا گیا ہے تو وہی مقام حکمت و معرفت کا ایک بیش قیمت خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر انہیں نظر نہیں آتا۔

ایک دن میں لیکچر طیار ہو گیا

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ ۳۱ - اکتوبر [illegible] کی دوپہر تک حضرت نے لیکچر کا لکھنا شروع نہ فرمایا تھا [illegible]

نوٹ صفحہ ۵ پر جس نوٹ کا حوالہ ہے وہ ۲۴ نومبر کے الحکم میں [illegible] انشاء اللہ